ماہنامہ
براہِ راست
لاہور
جلد 12 شمارہ 03
مارچ 2026ء

حماس کو غیر مسلح کرنے کے دعوے قبل از وقت

بورڈ آف پیس بنانے والے ٹکڑے ٹکڑے | نیتن یاہو پردیس سدھار گئے؟

عربوں کے اربوں ڈوب گئے

■ ایران نے ہر امریکی اڈا تباہ کر دیا ■ امریکی سفارت خانوں کا تیا پانچہ ■ ایران کے میزائل اور اب سپرسانک جنگی جہاز

غزہ کا رمضان
شدید مشکلات کے باوجود اہل غزہ غیر متزلزل ایمان
اور ہمت کے ساتھ روزے رکھ رہے ہیں۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانہ کعبہ) سے مسجد
اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم
اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

ماہنامہ

براہِ راست

لاہور

جلد 12 شمارہ 03 مارچ 2026ء

مُدیر: مرزا محمد الیاس

اس شمارے میں

- کلام اقبال
- اداریہ

ساحلی تفریح گاہ کا نام۔۔۔اماراتی شہر

یہ سراب ہے: غزہ بورڈ۔۔۔اہم ممالک نے نظرانداز کر دیا

غزہ بورڈ آف پیس: شبہات کی زد میں

مشرق وسطیٰ سارے کا سارا اسرائیل کا ہے: ہکابی

- اسرائیل کا مغربی کنارے میں زمین کی رجسٹریشن کا فیصلہ
- مغربی کنارے کو ہڑپ کرنے کے صہیونی اقدامات
- حماس کو غیر مسلح کرنے کے دعوے قبل از وقت
- برطانیہ: ہائی کورٹ نے فلسطین ایکشن پر پابندی کو غیر قانونی قرار دے دیا
- غزہ: بصارت سے محروم افراد پر اسرائیلی پابندیاں
- جنگ بندی؟ مزید قتل عام، مسلسل نسل کشی
- میں نے غزہ کی وجہ سے ڈیل سے استعفیٰ کیوں دیا؟
- جرمن صحافی کے ساتھ اسرائیل کی توہین اور مبینہ بدسلوکی
- القدس کو صہیونی کالونیوں میں تبدیل کرنے کی مہم

ویب سائٹ: www.barah-i-rast.com
برقی پتہ ادارتی امور: editor@barah-irast.com
برقی پتہ انتظامی امور: contact@barah-i-rast.com

Price Rs.70

پبلشر مرزا محمد الیاس نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر 9/1A رائل پارک لاہور سے شائع کیا

کلامِ اقبال

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے
فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے
اسی خطا سے عتاب ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآل سکندری کیا ہے
کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے
خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے

اداریہ

دنیا بدل رہی ہے!

مشرقِ وسطیٰ سمیت پوری دنیا افواہوں، خبروں، ڈس انفارمیشن کی زد میں ہے۔ مواصلات کے انقلاب کے دور میں مواصلاتی پروپیگنڈہ عروج پر ہے۔ ایسے میں کچھ بھی سچ ہے تو وہ تباہی ہے۔ اسرائیل کے انسانی و جنگی جرائم میں ملوث وزیراعظم نیتن یاہو بھی ایسے ہی حالات میں ہیں کہ نہیں ہیں، کی زد میں ہیں۔ کہیں سے بورڈ آف پیس کی خبر نہیں آ رہی۔ امریکی صدر ٹرمپ شدید ہیجانی کیفیت میں میڈیا ٹاک بھی پوری نہیں کر سکے۔

ایسے میں جو تو سچ ہے تو فقط یہ ہے کہ ایران کے روحانی راہنما آیت اللہ خامنہ ای اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ ان کی اپنی زندگی میں بنائی چار رکنی کمیٹی حالات کی تصویر گری کر رہی ہے۔ منظر پر علی لاریجانی اور صدر مسعود پزیشکیان ہیں۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ ایران کو ہلکا لینے والے خود ہلکائے گئے ہیں۔ اسرائیل اپنی تباہی کا شدید ترین منظر دیکھ رہا ہے۔ ایران کے شہری علاقوں پر امریکی طیاروں کی شدید بمباری جاری ہے۔

اسی سے جڑی تیسری حقیقت یہ ہے کہ روس نے امریکہ کا F-35 جیٹ مار گرایا ہے۔ چین فوجی مشقوں میں مصروف ہے۔ برطانوی وزیراعظم کیئر سٹارمر نے برطانوی پارلیمان میں پالیسی بیان پڑھ کر سنایا ہے کہ ان کا ملک امریکہ کی لگائی آگ میں شامل نہیں ہوگا۔

اسی طرح سے یہ حقیقت بھی دنیا دیکھ رہی اور عرب دنیا بھگت رہی ہے کہ سعودیہ سمیت پورا خلیج ایران کے میزائیلوں کے نشانے پر ہے۔ ہر طرف تباہی ہے۔ امریکہ کے فوجی اڈے اور موجودگی جہاں بھی تھی، ان میزائیلوں نے صاف کر دی ہے، عراق میں امریکی اڈا جو اربیل میں تھا، نصف سے زیادہ تباہ ہو گیا ہے۔ جب ماضی میں ایرانی جنرل کو امریکہ نے مارا تھا تو ایران نے صاف ملی بھگت سے عراق میں اس کے اڈے پر حملہ کیا تھا۔ اب اربیل پر ہونے والے میزائل حملے سوچ سے بھی زیادہ خوفناک ہیں۔ بحرین سب سے بڑا امریکی مستقر تھا۔ وہ بھی پچاس فیصد سے زیادہ تباہ ہو چکا ہے۔ یہ اڈا کسی طرح سے استعمال کے قابل نہیں رہا۔

ریاض میں امریکی سفارت خانہ حملے کی زد میں آیا ہے۔ سعودی آرامکو میں حملہ ہوا ہے اور تیل کی پیداوار متاثر ہوئی ہے۔ اس بارے میں عراق کے وزیر خارجہ عباس عراقچی نے سعودی حکام سے بات کی ہے اور کہا ہے کہ ایران نے حملہ نہیں کیا۔ موساد اور سی آئی اے کے ایجنٹ سرگرم ہیں۔ بعد ازاں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ موساد کی کارروائی ہے۔ ایران نے ان تنصیبات پر کوئی حملہ نہیں کیا ہے۔

ایران نے آبنائے ہرمز بند کر دی ہے۔ ایران نے تیل پیدا کرنے والے ممالک سے پہلے ہی کہا تھا کہ آبنائے ہرمز کی طرف آنے والی ہر بحری ٹریفک کو نشانہ بنایا جائے گا۔ چناں چہ اس بندش نے فی الحال آئل لے جانے والے ٹینکرز کو نشانہ بنایا ہے۔

اس طرح کی باتیں بھی ہو رہی ہیں کہ ایران نے کامیاب ایٹمی تجربہ کر لیا ہے۔ ایران میں 4.3 کی شدت کا زلزلہ آیا ہے جس کے آفٹر شاکس نہیں آئے ہیں۔ جس سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایران نے ایٹمی تجربہ زیرِ زمین کیا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو یہ ایک حیران کن حقیقت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرحوم آیت اللہ خامنہ ای نے کہا تھا کہ وہ ایٹمی ہتھیاروں کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا اور ایران نے زیرِ زمین تجربہ کر لیا ہے تو یہ ان کی ہدایات کی پہلی نفی ہے۔

روس نے امریکہ کے F-35 طیارے کو مار گرایا ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ یہ ایک آزمائشی حملہ تھا جس میں یہ جیٹ مارا گیا اور روس کا تیار کردہ جیٹ کامیاب رہا ہے۔ یہ بھی بہت نازک معاملہ ہے۔

ایک اور خبر یہ ہے کہ ایران نے اب تک میزائیلوں کا پرانا سٹاک استعمال کیا ہے اور جدید ترین میزائیل استعمال کرنے کی تیاری میں ہے۔ ان سطور کے شائع

ہونے تک اس نے یہ استعمال بھی کرلیا ہوگا۔ اس سے زیادہ اہم ایران کا سپر سانک جیٹ طیاروں کو سامنے لانا ہے۔ اس سے یہ بات دیکھی جا رہی ہے کہ ایران کی پٹاری میں مزید کتنے اور زہریلے سانپ ہیں۔

یہ بات بھی ماننے میں نہیں آتی کہ عرب دنیا جس طرح سے تباہی سے دوچار ہے، وہ محض امریکی اڈوں اور امریکیوں پر حملے کی وجہ سے ہے۔ عربوں نے اربوں ڈالر خرچ کر ڈالے تھے کہ امریکہ اور امریکی اسلحہ ان کا دفاع کریں گے، ایسا نہیں ہوسکا۔ ابھی تک ایران نے کسی خلیجی ملک کے شہر یا شہریوں پر کوئی حملہ نہیں کیا لیکن اکثر ممالک میں بادشاہوں کے خلاف احتجاج شروع ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غریب عوام کو ایرانی میزائیلوں نے، خواہ ان پر حملہ نہیں بھی کیا، تب بھی پیغام دے دیا ہے کہ وہ غیر محفوظ ہیں۔ ان کے حکمران ان کا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

امریکی صدر ٹرمپ نے کہا ہے کہ انہیں لگتا ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای پر حملہ جلد بازی میں کر دیا گیا ہے۔ اس کی اطلاعات نیتن یاہو نے ٹرمپ کو دی تھیں کہ ایران کے روحانی پیشوا اپنے گھر میں موجود ہیں، انہوں نے اس کے مضمرات کا اندازہ بھی کیے بغیر حملہ کر دیا۔ وہ ایران کی حکومت یا رجیم تبدیل نہ کرسکے۔ آیت اللہ خامنہ ای پر حملے اور ان کے جاں بحق ہونے سے جلتی پر گویا تیل چھڑک دیا ہے۔ ایرانی عوام ماتم کر کے سڑکوں پر نکل آئے۔ کسی نے یہ جرأت تک نہیں کہ وہ کسی نوعیت کا مخالفانہ بیان دے۔

ابھی نیتن یاہو اور ٹرمپ کے خوش ہونے کا منظر ختم نہیں ہوا تھا کہ ایران نے اسرائیل پر حیرت انگیز حملہ کر دیا۔ میزائیلوں کے بے پناہ تباہ کن حملے کو روکنے کا امریکہ بہادر یا چالاک اسرائیل کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ چار روز میں اسرائیل کا وہ حال ہوگیا ہے کہ وہ دو سال میں غزہ میں بھی تباہی پیچھے رہ گئی ہے۔ ایران ایک ہی حملے میں صرف 12 منٹس میں 600 میزائل فائر کر چکا ہے۔

اس کے جواب میں امریکہ اور اسرائیل کے طیارے ایران کے شہروں پر شدید بمباری کر رہے ہیں۔ امریکہ کی ایسی ہی ایک بمباری نے ایک سکول کو نشانہ بنایا جس سے 157 طالبات شہید ہوگئیں۔ بدحواس، جنونیت اور بدلہ لینے کی بے پناہ ہوس نے جنگ کو مہیب خواب بنا دیا ہے۔

اسرائیل پر گرنے والے میزائیلوں کا ساتھ یمن سے آنے والے میزائیلوں نے دیا ہے۔ اسرائیل اپنی ہی تاریخ کی خوفناک تباہی سے گزر رہا ہے۔ کوئی عمارت ایسی نہیں ہے جو سلامت رہی ہو۔ سڑکیں تباہی کی گواہ بن چکی ہیں۔ حملے اس قدر شدید ہیں کہ ایران کو تر نوالہ سمجھنے والے امریکہ کو یہ سمجھ آرہی ہے کہ اسے ایران سے اس قدر سرعت سے ملنے والے ردعمل کی توقع ہی نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ رضا پہلوی کے پہلو میں وہ سب بیٹھے ہوں گے جو آیت اللہ خامنہ ای کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ ایسا نہ ہوسکا اور ہر جگہ، وینزویلا نہیں ہے اور ہر حکمران مادورو نہیں جس کو اغوا کر لیا جائے یا مار دیا جائے۔

جو صورت حال سامنے آرہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ دنیا امریکہ اور اسرائیل کی چراگاہ نہیں ہے۔ دنیا میں بسنے والے انسان جانور نہیں جو ہانکے پکارے لے جائیں گے۔ کسی کی ہمت نہیں تھی، بالخصوص مسلم حکمرانوں میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ امریکہ کے کسی حکم کی سرتابی کرسکے۔ اب وہ غرور دنیا کے قدموں میں ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ مذاکرات، بات چیت اور سفارت کاری کو موقع مل سکے گا یا ابراہام لنکن سمندر کی تہہ میں اتار دیا جائے گا، جیرالڈ فورڈ ڈبو دیا جائے گا۔ اگر ایسا نہ ہوسکا، روس نے کوئی اور امریکی جہاز گرا دیا، چین نے مشقوں کے ہوتے ہوئے کسی امریکی بحریہ کو نشانہ بنایا تو قبرص تک پہنچ رہے ہیں۔ نیٹو سکتے ہیں ہے۔ یہ جب ہوش میں آئیں گے تب ہوش مند بننے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس وقت بیس کے قریب ممالک جنگ زدہ ہیں یا ہو رہے ہیں۔ امریکی حماقت جاری رہتی ہے تو اسے یاد رکھنا ہوگا کہ ہر ملک پاکستان نہیں ہے جہاں اس کے ایک اشارے پر کسی عمران خان کو قید کر دیا جائے گا اور معاملہ ختم۔ کہیں اور بھی ایران نکل سکتا ہے۔ اس لیے طاقت کے زعم میں ہر جگہ بورڈ آف پیس نہیں بن سکے گا۔ ردعمل میں کسی متحارب طاقت کا ظہور بھی ہوسکتا ہے۔ پاکستان کو گھیرنے کے لیے افغانستان اور بھارت کے ذریعہ کوئی تجربہ ہولناک نتائج پیدا کرسکتا ہے۔ اس لیے اس سلسلے کو کہیں اور لے جانے کے بجائے روکنا ہوگا۔

امریکہ اس وقت وہ گیڈر ہے جو کسی بھی کھیت میں گھس کر گنے کھانا چاہتا ہے۔ اسے باخبر ہونا چاہیے کہ اس کے گیڈر کراچی میں تو یہ کام کر سکتے ہیں، دنیا ایسے کام برداشت نہیں کر پائے گی۔

غزہ میں اب کسی ساحلی تفریح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی ییلو لائن، بفر زون، مغربی کنارے کو ہڑپ کرنے اور غزہ کو اسرائیل کا پارکنگ لاٹ نہیں بنایا جاسکے گا۔ اگر نیفتالی بینٹ کا خیال ہے کہ اب ترکیہ کی باری ہے تو اس احمق کو انتظار کرنا چاہیے کہ شمالی لبنان میں داخل ہونے والی اسرائیلی فوج واپس آئے گی یا نہیں۔ اب شام بھی بدلے گا اور لبنان بھی بدلے گا۔ یمن سے بچنا بھی آسان نہیں ہوگا۔

دنیا بدل رہی ہے اور غزہ کا آسمان تو بدلنا شروع ہو چکا ہے۔ اسرائیل پر رات طاری ہے جسے ایران کے میزائل روشن کر رہے ہیں۔

دامن خیال: مرزا محمد الیاس

ساحلی تفریح گاہ کا نام۔۔۔ اماراتی شہر

غزہ کے سامنے بفرزون اور پھر ییلو لائن کے سامنے اماراتی شہر ہوگا۔ یہ وہ منصوبہ یا مجوزہ تصوراتی یا نوآبادیاتی شہر ہوگا جسے 'اماراتی سٹی' کا نام دیا جائے گا۔ یہیں سے اماراتی شہر سے سٹی شروع ہوگا۔ بفرزون اور ییلو لائن کو اسرائیلی فوج قبضے میں رکھے گی۔ وقت کے ساتھ ساتھ بفرزون غزہ کے اندر پھیلتا جائے گا۔ اسی طرح ییلو لائن غزہ کے اندر کی طرف پھیلتا جائے گا۔ اس پر چیک پوائنٹس کا وہی طریقہ ہوگا جو مغربی کنارے میں ہے۔ ان چیک پوائنٹس پر اسرائیلی فوج مقرر ہوگی۔

غزہ سے اماراتی شہر جانے اور آنے کے لیے خصوصی طور پر جانچ پڑتال کے بعد پرمٹ جاری کیے جائیں گے۔ غزہ کے اندر بین الاقوامی استحکام فورس کے دستے گشت کریں گے۔

یہ ایک حقیقت کے قریب کا منظر نامہ ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ یوں ہے کہ تعمیرات کے لیے یا اماراتی شہر کے ابتدائی تعمیراتی کام کے لیے ایک فلسطینی فرم غزہ سے ہی تعلق رکھنے کی بنیاد پر کام کا آغاز کرے گی۔ وہ ابتدائی طور پر لاکھوں فلسطینیوں کے لیے تعمیرات کرے گی۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ امریکہ کے سرمایہ دار ایلون مسک سستے گھر تعمیر کر رہے ہیں۔ وہ چند عمارتیں جیسے مسجد، ہسپتال، سکول و کالج وغیرہ بنائیں گے۔ یہ سارا کام اسرائیلی فوج کی کڑی نگرانی میں ہوگا۔ شروع میں بڑی سرمایہ کاری یا فنڈنگ متحدہ عرب امارات فراہم کرے گا۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ امارات کے سیکیورٹی سمیت دیگر امور براہِ راست اسرائیل کرتا ہے، موساد، شن بیت اور دیگر جاسوسی اسرائیلی ادارے وہاں سرگرم ہیں۔ بعض دیگر امور کا تذکرہ بھی ہوسکتا ہے لیکن موضوع پر رہنے کے لیے ان امور کو کسی اور موقع پر زیرِ بحث لایا جاسکتا ہے۔

فلسطینی فرم افرادی قوت غزہ کے فلسطینیوں سے لی گی۔ اس کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ وہ نگرانی میں رہیں گے اور اشتعال میں کمی لانے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ غزہ سے افرادی قوت چیک پوائنٹس سے روزانہ دوبارہ کراس کرے گی اور آہستہ آہستہ ان کے خاندان نئے حالات کے عادی ہوجائیں گے۔ ان کے گھروں میں چولہے جلیں گے، کھانا بنے گا تو انہیں قابو کرنا آسان ہوتا جائے گا۔ جہاں بھی گھر یا عمارت بنے گی تو تعمیراتی مشینری اسرائیلی فوج کی نگرانی میں کام کرے گی۔

ان کاموں کے آغاز کے لیے ضروری نہیں ہوگا کہ اسرائیلی فوج غزہ خالی کردے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ پہلے غزہ کی ناکہ بندی اٹھارہ سالہ سرحدی تھی، اب یہ غزہ کے اندر آ

جائے گی۔ اس داخلی موجودگی سے حماس کو غیر مسلح کرنے کا کام لیا جائے گا۔ بفرزون کے اندر غزہ میں جنگ دو حوالوں سے جاری رہے گی اور اسرائیل کے حملے بھی جاری رہیں گے۔

1. اسرائیل بفرزون کو غزہ کے مزید علاقوں تک بڑھانے کے لیے فلسطینی آبادی کا قتلِ عام کرتا رہے گا۔ شہر کے اندر اس کے حملے بڑھ جائیں گے۔
2. پہلے ناکہ بندی کے نام پر ہونے والے حملے فلسطینی احتجاج کو کچلنے کے لیے جاری رہیں گے۔

جیسا ذکر کیا گیا ہے کہ فلسطینیوں کو ملازمت پر رکھنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ نئے اماراتی شہر سے ان کے مفادات ہوں اور وہ اپنی طرف سے مخالفت ترک کر دیں۔ لیکن اس کام میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ کیا فلسطینی اس نظام کے اندر کام کرنے کے لیے آسانی سے آمادہ ہو سکیں گے، وہ مخالفت ترک کر سکیں گے، اسرائیل سے ان کی دشمنی ختم ہو سکے گی، جبکہ وہ جانتے ہوں گے کہ اسرائیل کا قبضہ ہے، اس کے چیک پوائنٹس پر وہ روزانہ ذلیل کیے جائیں گے۔ وہ یہ جانتے ہوئے کہ اسرائیل ان کے عزیزوں کا قاتل ہے، اس کے تحت سارے کام کرنے پر آمادہ ہو سکیں گے یا انہیں آمادہ کب تک کیا جائے گا۔

اس منصوبے کا باقاعدہ اعلان متحدہ عرب امارات نے کرنا ہے۔ امارات کی طرف سے ابھی تک ہاؤسنگ پراجیکٹ پر کوئی نمایاں پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ بعض سفارت کاروں نے اسے ''اماراتی سٹی'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ایک نقشہ خبر رساں ایجنسی رائٹرز کو موصول ہوا ہے۔ اس کے مطابق یہ شہر رفاہ کے نزدیک غزہ کے جنوبی علاقے میں بنانے کا پروگرام ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جسے فلسطینی آبادی سے خالی کرایا گیا ہے۔ اسے اسرائیلی فوج نے بمباری سے بری طرح تباہ کر دیا ہے۔

جس فرم کو یہ ٹھیکہ دیا جا رہا ہے اسے غزہ کی مسعود اینڈ علی کنسٹرکشن کمپنی (MACC) کہا جا رہا ہے۔ یہ کمپنی کئی عشروں سے مغربی کنارے اور غزہ میں بڑی عمارتیں تعمیر کرتی رہی ہے۔

اس منصوبے کو براہِ راست نظر میں رکھنے والے ایک فلسطینی کا کہنا ہے کہ MACC مصر کی دو اور فرموں کے ساتھ شراکت داری کر رہی ہے۔ اس کے مطابق ابتدائی طور پر 144 ایکڑ رقبے پر تعمیرات کی جائیں گی۔ اس میں جس طرز کے رہائشی یونٹس بنائے جائیں گے ان میں ہزاروں لاکھوں فلسطینیوں کو آباد کرنے کی گنجائش ہوگی۔ ہر عمارت کئی منزلہ ہوگی۔ یہ ایک طرح کے فلیٹس ہوں گے۔

جب غزہ کی کمپنی سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کسی نوعیت کا تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اسرائیل کی قابض فوج نے بھی کسی طرح سے اس پر بات کرنے سے انکار کیا ہے۔ حماس بھی ابھی اس بارے میں خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔

متحدہ عرب امارات کے ذمہ دار نے براہِ راست تبصرہ کرنے سے انکار کیا ہے۔ لیکن یہ کہا ہے کہ امارات کا پختہ عزم ہے کہ وہ غزہ میں ہر طرح کے ریلیف اور ریکوری کے منصوبے میں بین الاقوامی کوششوں کا ساتھ دے گی۔ وہ شراکت داروں سے مکمل تعاون کر سکے گی۔

اسرائیلی فوج مسلح پہلوؤں کے غزہ کی طرف کے حصوں میں مسلسل جگہ بنا رہی ہے۔ فلسطینیوں سے ایسے حصے خالی کرائے جا رہے ہیں۔ رات کے اوقات میں گن فائر کیا جاتا ہے مگر کہا جاتا ہے کہ جنگ بندی جاری ہے۔

غزہ کے ایک رہائشی حامد کا کہنا ہے کہ وہ روزانہ رات کو جب باہر نکلتا ہے تو اسے صاف نظر آتا ہے کہ اسرائیلی فوج ییلو لائن کو پامال کر کے اندر کی طرف آتی ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ فائرنگ کرتی ہے۔

اس عمل کی وجہ سے یہاں موجود خاندانوں کو جاگتے رہنا پڑتا ہے۔ کوئی عمارت تو ہے نہیں، چنانچہ جن گراؤنڈز میں وہ رات گزارتے ہیں وہاں شدید فائرنگ کا سامنا کرتے ہیں۔ بعض اوقات گولیاں ہمارے سروں کے اوپر سے گزرتی ہیں۔

حامد خان یونس کا رہنے والا ہے۔ یہ جنوبی غزہ میں ہے، اس کا کہنا ہے کہ شام ہوتے ہی گن فائر شروع ہو جاتا ہے اور دن نکلنے تک جاری رہتا ہے۔ یہاں بچے گولیوں پر بمباری کی جاتی ہے۔ لوگ غزہ کے اندر کی طرف جان بچانے کے لیے جاتے ہیں تو اسرائیلی فوج نام نہاد ییلو لائن کے اندر آ جاتی ہے۔

حامد کا کہنا ہے کہ ہم ٹینک دیکھتے ہیں جو گولہ باری کرتا ہے۔ فلسطین کی وزارتِ صحت کا کہنا ہے کہ جنگ بندی کے بعد اسرائیلی فوج 591 فلسطینیوں کو شہید کر چکی ہے، زیادہ تر شہادتیں نام نہاد ییلو لائن کے قریب ہوئی ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

خان یونس کے رہائشیوں کا کہنا ہے کہ اسرائیلی فوج مسلسل ییلو لائن سے غزہ کے اندر آتی جا رہی ہے۔ یہ لائن شمالی، جنوبی اور مشرقی سمت سے اندر کی جانب ییلو لائن توڑ چکی ہے۔ فوج ییلو لائن پر رہتی ہے لیکن غزہ کے قریبی علاقوں پر حملوں کے لیے اندر کی جانب آتی ہے۔ لوگوں کو وہاں سے نکالنے کے بعد ییلو لائن پر چلی جاتی ہے۔ کوئی فرد اس علاقے میں نکل جائے جو خالی کرایا گیا ہے اسے گولی ماردی جاتی ہے۔

اصل صورت حال یہی ہے کہ جنگ بندی برائے نام ہے۔ اسرائیلی فوج اندر کی جانب مسلسل حملے کر رہی ہے۔ فلسطینی اپنے تباہ حال گھروں یا زرعی زمین پر نہیں جا سکتے۔ اس طرح لائن بے اثر ہے اور قابض فوج کو ہر طرح کے حملے کی آزادی ہے۔

حامد کا کہنا ہے کہ ان ہفتوں میں خطرہ بڑھ گیا ہے۔ پہلے ییلو لائن آبادی سے کئی کلومیٹر دور تھی، اب یہ محض ایک کلومیٹر کے فاصلے پر آ گئی ہے۔ اس صورت حال نے لوگوں کو نہ صرف نفسیاتی طور پر بیمار کر دیا ہے بلکہ وہ جسمانی طور پر بھی سخت خطرے میں رہ رہے ہیں۔

حقوق انسانی کے کئی گروپوں نے ییلو لائن کی مسلسل پامالیوں پر تنقید کی ہے۔ یورومیڈ ہیومن رائٹس نے کہا ہے کہ اسرائیل ایک منصوبے کے تحت قبضے کو بڑھا رہا ہے۔ وہ علاقے کو قبضے میں لے رہا ہے اور زیر قبضہ جگہ کو ''بفرزون'' قرار دے دیتا ہے۔

مرکزی غزہ کے علاقے بریج میں بھی یہی صورت حال ہے، ییلو لائن سے فوج اندر آتی جا رہی ہے۔ وہ علاقہ خالی کراتی ہے، اپنی محسوس ہونے والی موجودگی کے ساتھ ییلو لائن چلی جاتی اور نئے دن دوبارہ موجود ہوتی ہے۔

مغازی کیمپ کے علاقے میں فلسطینی کہتے ہیں کہ بے شک گولی چلتی ہے اور ہمارے گھروں کی ٹوٹی دیواروں کو مزید توڑتی ہے لیکن ہم کہیں نہیں جائیں گے۔ ھوید سلیم فلسطینی ماں ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جنگ ختم نہیں ہوئی۔ جونہی ہم ٹینکوں کی آوازیں سنتے ہیں ہمیں یوں لگتا ہے کہ ہم محصور تھے اور اب مزید محصور کر دیے گئے ہیں۔ ہم جگہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہیں رہیں گے اور یہیں مریں گے۔ گولیاں روزانہ ہمارے ٹوٹے گھروں کو مزید توڑتی ہیں لیکن ہمارے ارادوں کو نہیں توڑ سکتیں۔

نقطہ نظر: ڈاکٹر ملیحہ لودھی

یہ سراب ہے: غزہ بورڈ۔۔۔ اہم ممالک نے نظر انداز کردیا

ڈونلڈ ٹرمپ کے متنازع ''بورڈ آف پیس'' (Board of Peace) کا افتتاحی اجلاس گزشتہ ہفتے امریکی صدر کے روایتی لب و لہجے اور بلند بانگ دعوؤں کے درمیان منعقد ہوا۔ اس اجلاس کا سب سے اہم پہلو بورڈ میں فلسطینیوں کی عدم موجودگی تھی، جس نے انہیں اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلوں کے حق سے محروم کردیا۔

ٹرمپ کے ان دعوؤں کے باوجود کہ یہ اجلاس غزہ میں امن کی طرف ایک قدم ہے، اس سے یہ سوالات پیدا ہوئے ہیں کہ ان کے منصوبے پر عملدرآمد کیسے ہوگا، جبکہ پہلے ہی مرحلے میں اسرائیل نے مکمل استثنیٰ کے ساتھ جنگ بندی کی خلاف ورزی کی ہے۔

ٹرمپ کی طویل تقریر میں حماس کو دی جانے والی دھمکیاں نمایاں تھیں، جن کے تعاون کے بغیر امن منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ساتھ ہی انہوں نے ایران کو بھی دھمکی دی کہ اگر اس نے امریکہ کے ساتھ معاہدہ نہ کیا تو اسے فوجی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ غزہ کی جنگ ختم ہوچکی ہے، حالانکہ اسرائیلی فضائی حملے روزانہ کی بنیاد پر فلسطینیوں کی جانیں لے رہے ہیں۔

اکتوبر میں جنگ بندی کے نفاذ کے بعد سے اب تک اسرائیلی فوجی کارروائیوں میں 600 سے زائد فلسطینی شہید ہوچکے ہیں۔ واشنگٹن اجلاس سے چند روز قبل اسرائیل نے دھمکی دی تھی کہ اگر حماس نے غیر مسلح ہونے کے 60 روزہ الٹی میٹم کی تعمیل نہ کی تو وہ دوبارہ جنگ شروع کردے گا۔

پاکستان سمیت کئی ممالک کی ''بورڈ آف پیس'' (BoP) کے اجلاس میں شرکت (جس میں مغربی یورپی ممالک کی واضح غیر موجودگی نمایاں تھی) اس بورڈ کی قانونی حیثیت کی کمی کو نہ چھپا سکی۔ ایک طرف فلسطینی نمائندوں کی عدم موجودگی اور دوسری طرف نسل کشی کے مرتکب اسرائیل کی بطور رکن شمولیت نے غیر جانبداری کے فقدان کو بے نقاب کردیا۔ تنازع کے ایک فریق کو غزہ کے مستقبل کی تشکیل سے روک دیا گیا ہے جبکہ دوسرے فریق کی موجودگی اسے عمل پر اثر انداز ہونے اور اپنے مفادات کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ یہ صورتحال امن کی کوششوں کو یک طرفہ بناتی ہے۔ اس حوالے سے کسی بھی شک کی گنجائش اس ویڈیو نے ختم کردی جو اجلاس میں دکھائی گئی۔ اس میں غزہ کی تباہی کا ذمہ دار تو حماس کو ٹھہرایا گیا لیکن اسرائیل کے کردار اور دہائیوں پر محیط قبضے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

ٹرمپ کے غزہ پلان کے دوسرے مرحلے کے حوالے سے واضح اقدامات کی توقع کی جارہی تھی، لیکن اہم مسائل پر خاموشی یا ابہام برقرار رہا۔ ان مسائل میں ''انٹرنیشنل اسٹیبلائزیشن فورس'' (ISF) کا مینڈیٹ، غزہ کو اسلحہ سے پاک کرنا اور اسرائیلی افواج

کے انخلاء اور قبضے کے خاتمے کا ٹائم ٹیبل شامل تھا۔

واشنگٹن کا یہ اجلاس مالی امداد کے وعدوں کا سیشن بن گیا لیکن رقم کے استعمال کی تفصیلات سامنے نہیں آئیں۔ ٹرمپ نے اعلان کیا کہ امریکہ بورڈ کو 10 ارب ڈالر دے گا جبکہ نو مسلم ممالک نے غزہ کی امداد کے لیے 7 ارب ڈالر کا وعدہ کیا۔

صدر ٹرمپ نے بتایا کہ پانچ ممالک (انڈونیشیا، مراکش، البانیہ، کوسوو اور قازقستان) نے آئی ایس ایف (ISF) کے لیے فوج دینے کا وعدہ کیا ہے، جبکہ مصر اور اردن پولیس کو تربیت دیں گے۔ یہ فورس 20,000 اہلکاروں پر مشتمل ہوگی اور رفح سمیت پانچ سیکٹرز میں کام کرے گی۔ تاہم، نہ تو ٹرمپ اور نہ ہی امریکی جنرل جیسپر جیفرز نے اس فورس کے قواعد و ضوابط (Rules of Engagement) پر کوئی بات کی۔

یہ سوال بھی جواب طلب رہا کہ کیا اس فورس کا کام حماس کو غیر مسلح کرنا ہوگا؟ سرحدوں پر فورس کی تعیناتی کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا گیا۔ حماس نے اس پر ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ بین الاقوامی فورسز صرف اسی صورت میں قبول ہیں جب وہ سرحد پر بفر زون کے طور پر کام کریں اور جنگ بندی کی نگرانی کریں، لیکن غزہ کے ''داخلی معاملات'' میں مداخلت نہ کریں۔

ہتھیار ڈالنے یا غیر فوجی بنانے (Demilitarisation) کے عمل کی تفصیلات بھی مبہم تھیں۔ غزہ کے لیے مقرر کردہ ''اعلیٰ نمائندے'' نکولے ملاڈینوف نے بتایا کہ ہتھیاروں کو تلف کرنے کے پروگرام کا فریم ورک قطر، مصر اور ترکیہ کے ساتھ طے پا گیا ہے، لیکن اس پر عملدرآمد کے لیے زمین پر موجود دھڑوں (فکشنز) سے مذاکرات باقی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ منصوبے کا ایک اہم حصہ ابھی طے ہونا باقی ہے، جسے اسرائیل اپنی فوجیں نہ نکالنے کے بہانے کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔

اجلاس کا جائزہ زمینی حقائق سے الگ ہو کر نہیں لیا جا سکتا۔ اجلاس سے ٹھیک پہلے اسرائیل نے مقبوضہ مغربی کنارے کے بڑے حصوں کو ''سرکاری ملکیت'' میں تبدیل کرنے کا اعلان کیا جو کہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی اور زمین پر غاصبانہ قبضہ ہے۔

اس اقدام نے دو ریاستی حل کی کسی بھی امید کو دفن کر دیا ہے۔ اسرائیل کے اس اقدام پر عالمی سطح پر غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ اقوام متحدہ میں 85 ممالک نے اس کی مذمت کی اور سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرس نے اسے غیر قانونی قرار دیتے ہوئے واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

لیکن اسرائیل کے اس اقدام پر، جسے اس کے وزیر خزانہ نے ''بستیوں کا انقلاب'' قرار دیا، واشنگٹن کی طرف سے کوئی تبصرہ سامنے نہیں آیا۔ امریکہ کی خاموشی نے اس تاثر کو تقویت دی کہ تل ابیب کو واشنگٹن کی خاموش حمایت حاصل ہے۔

مغربی کنارے کی خطرناک صورتحال اور غزہ پر جاری حملوں کو بورڈ کے اجلاس میں نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بورڈ کس قسم کے ادھورے امن کی کوشش کر رہا ہے جو مغربی کنارے میں اسرائیلی مظالم کو روکنے میں ناکام ہے۔ مسئلہ فلسطین کا حل صرف غزہ تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔

ٹرمپ کی تقریر میں ''فلسطینی ریاست'' کا ذکر تک غائب تھا۔ اگرچہ کئی مسلم ممالک نے اس کا مطالبہ کیا، لیکن بورڈ میں ٹرمپ کے فیصلہ کن اختیار کے ہوتے ہوئے مسلم ممالک کی آراء محض اپنے ملکوں کے عوام کو خوش کرنے کے لیے بیان بازی ہی رہیں گی۔

غزہ میں فلسطینی اس بورڈ کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حماس کے لیے اس بورڈ کا اصل امتحان یہ ہے کہ کیا وہ اسرائیل کو جنگ بندی کی خلاف ورزیوں سے روک سکتا ہے؟ اب تک بورڈ اس امتحان میں ناکام رہا ہے۔ جہاں تک واشنگٹن اجلاس کا تعلق ہے، یہ نمائش میں تو بہت آگے تھا لیکن مقصد میں بہت پیچھے اور اس میں وہ سنجیدگی مفقود تھی جو فلسطینی عوام کے المیے کو ختم کرنے کے لیے درکار ہے۔

[بشکریہ: روزنامہ ڈان، 23 فروری 2026ء]

منظرنامہ: عبدالوہاب تیمور

غزہ بورڈ آف پیس: شبہات کی زد میں

امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی شہرت نے ایک دنیا کو حیرت زدہ کر رکھا ہے۔ ان کے اعلانات، سفارتی و سیاسی بیانات اور ان کے علی الرغم اقدامات ممالک اور حکومتوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہا اور سب نے سنا، وہ حقیقت ہے یا فسانہ ہے۔

صدر ٹرمپ نے بدھ 19 فروری کو ''غزہ بورڈ آف پیس'' (Gaza Board of Peace or Pieces) کی پہلی میٹنگ کی۔ یہ میٹنگ واشنگٹن میں منعقد کی گئی۔ اس میں فلسطین یا غزہ سے کسی نمائندے کو شرکت کی دعوت نہیں دی گئی۔ فلسطینی غزہ میں اس اجلاس سے قبل سوال اٹھا رہے تھے کہ کیا یہ مجوزہ بورڈ امن لا سکے گا؟ کیا انہیں کبھی تحفظ اور سلامتی کا احساس دلایا جا سکے گا؟ بورڈ میں کسی بھی فلسطینی کی عدم موجودگی سے انہیں کافی شافی جواب مل گیا۔ انہیں ابھی سے یہ پیغام بھی مل گیا کہ پہلے صرف اسرائیل حملے کر رہا تھا، اب بورڈ کے اندر موجود ممالک امریکہ کی سربراہی اور اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں یہ کام کریں گے۔

اس وقت صورتحال اس قدر سنگین ہے کہ غزہ کی گلیوں میں ٹوٹی سڑکوں پر، خیمہ بستیوں میں وسطی اور جنوبی غزہ میں بارش زدہ علاقوں، رگوں میں خون جما دینے والی سردی اور برف باری میں لاکھوں بے گھر فلسطینی نہیں جانتے کہ ان میں سے کتنے ان حالات کا مقابلہ کر پائیں گے اور کتنے منوں مٹی تلے سو جائیں گے۔ ایک ہی تلخ سوال ان کے درمیان گردش کر رہا ہے: ''کیا غزہ کے حالات اب کبھی درست سمت میں تبدیل ہوں گے یا نہیں؟''

دیر البلاح کے 43 سال کے امل جودے کہتے ہیں:

''میں کافی دنوں سے سن رہا ہوں کہ غزہ کے لیے رقم اکٹھی کی جا رہی ہے، فنڈز جمع کیے جا رہے ہیں، میرا تو اب بھی کوئی گھر نہیں ہے۔ ایسا تو پہلے بھی متعدد بار ہو چکا ہے لیکن ان سے حالات تو کبھی نہیں تبدیل ہوئے۔ اب کیا نیا ہونے جا رہا ہے؟''

ایک اور فلسطینی نے کہا جس کا تعلق بیت لاہیہ سے ہے کہ:

''میں ان بہت سے لوگوں میں سے ایک ہوں جن کا اب کوئی گھر نہیں رہا۔ اب بھی میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میرے شوہر زخمی ہیں، میرے بچے زخمی ہیں۔ ہم سڑک کنارے پڑے ہیں۔ ہمیں اپنے گھر بنانے کے لیے رقم چاہیے۔ کیا اس کا کوئی حل ہے؟ اس خاتون کے آٹھ بچے ہیں اور سب زخمی ہیں۔''

واشنگٹن میں بورڈ سے خطاب کرتے ہوئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے فخر کا اظہار کیا کہ اب تک 2 ارب ڈالر کے وعدے ملے ہیں جو کہ غزہ کی تعمیرِ نو کے لیے ملے ہیں۔ اب تک پانچ ممالک نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی استحکام فورس کے لیے فوجی دستے بھیجیں گے۔

صدر ٹرمپ نے کہا کہ اس مجوزہ فنڈ میں امریکہ 10 ارب ڈالر ادا کرے گا۔ اس رقم سے غزہ کی تعمیرِ نو کی جائے گی۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ رقم ان کی مجوزہ ساحلی تفریح گاہ (Riviera) کے لیے ہوگی یا غزہ کے ٹوٹے گھروں کے لیے ہوگی۔

غزہ کی تعمیرِ نو کے لیے اقوامِ متحدہ کا تخمینہ یا اندازہ ہے کہ ابتدائی طور پر 70 ارب ڈالر صرف ہوں گے۔ جمع شدہ کے بجائے وعدہ شدہ فنڈ اس سے بہت ہی کم ہیں۔ اس سے غزہ کس حد تک اور کیسے تعمیر ہوگا؟ یہ رقم تو ملبہ ہٹانے یا سڑکیں بنانے کے لیے بھی کافی نہیں ہے۔ یہ سوال اپنی جگہ ہے اور کسی میں جرأت نہیں ہے کہ غزہ برباد کرنے والے اسرائیل سے یہ پوچھے کہ اس سے کتنی رقم وصول کی جائے گی جبکہ ہولوکاسٹ کے مشکوک جرم کے ہرجانے جرمنی اب تک اسرائیل کو ادا کرتا آ رہا ہے؟

غزہ میں ''جنگ بندی'' کے 9 اکتوبر 2025ء کے اعلان سے بہت ہی معمولی تبدیلی آئی ہے۔ اب بھی فلسطینیوں میں یہ خوف موجود ہے کہ کیا اسرائیل کے غیر متوقع حملوں سے اپنے خاندانوں کو بچا پائیں گے یا نہیں؟ غزہ میں صحتِ عامہ، تعلیم، نکاسی آب جیسی کوئی سہولت اب تک میسر نہیں۔ اسرائیل کے حملے اب بھی بلا روک ٹوک جاری ہیں۔ دوسری طرف ہر دوسرے تیسرے دن ٹرمپ کا بیان ضرور آ جاتا ہے کہ حماس دہشت گردی کے حملے کرنے سے باز رہے۔

غزہ کی وزارتِ صحت کے ترجمان کا کہنا ہے کہ جنگ بندی کے اعلان اکتوبر سے فروری کے وسط تک اسرائیل کے حملوں میں 600 فلسطینی مارے گئے ہیں۔ فلسطینیوں کو یہ امید تھی کہ جنگ بندی کے اعلان سے ان کی نسل کشی کا دو سال کا سلسلہ رک جائے گا اور وہ امن و سکون سے رہ سکیں گے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق نسل کشی کے ان دو سال کے

عرصے میں کم وبیش 72,000 فلسطینی شہید کر دیے گئے۔

ایک 70 سالہ فلسطینی عواد الغول کا کہنا تھا کہ:

”اسرائیل قتل کرتا ہے، ہمیں مارتا ہے، روزانہ فائر بندی کے معاہدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے اور انہیں پامال کرتا ہے، خود ہی یومیہ بنیاد پر بفر زون بناتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ مار دیے جاؤ گے۔ اسے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔“ یاد رہے کہ عواد الغول السلطان رفاہ سے بے گھر کیے گئے اور اب زویدہ کے گاؤں کے ٹینٹ میں رہ رہے ہیں، ان کا کہنا ہے: ”اگر غزہ جیسے چھوٹے سے علاقے میں بورڈ آف پیس اسرائیل کو فلسطینی قتلِ عام سے روکنے کی کوشش بھی نہیں کر سکتا، پھر اس کے لیے دنیا کے تنازعات کس طرح پرامن طور پر طے کرا سکتے ہیں۔ یہ سلسلہ غزہ میں جاری رہا تو آگ کا یہ کھیل دنیا میں پھیلتا جائے گا۔“ انہوں نے کہا کہ ٹرمپ کا ارادہ بورڈ کو دنیا بھر میں غزہ طرز پر نافذ کیا جائے گا۔ کیا اس طرح سے دنیا میں امن لایا جائے گا؟

غزہ کے لیے فنڈز، حقیقت یا فسانہ:

ایسے فلسطینی جن کو امید پیدا ہوئی ہے کہ دنیا بھر سے فنڈز غزہ کی تعمیرِ نو کے لیے منڈلا رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ماضی میں بھی اس نوعیت کے اعلانات کے لیے کان ترستے رہے ہیں، اعلانات اور وعدے ہوتے رہے ہیں، ان کا نتیجہ تو شاذ ہی نکلا ہے۔ اس کے لیے ہونے والے معاہدوں اور اعلانات میں کون سی نئی بات ہے۔ ان کا حل ابھی ماضی سے مختلف نہیں ہوگا۔ عواد الغول کا کہنا ہے: ”اگر فنڈز ملے تو کچھ حصہ غزہ کو ملے گا، زیادہ تر حصہ انتظامی امور کے لیے ضائع کر دیا جائے گا۔ بڑی بڑی تنخواہیں دی جائیں گی، بڑے افسروں اور عہدیداروں کی موجیں ہوں گی۔ وہ کچھ حصہ غزہ کو اس لیے دیں گے تاکہ وہ یہ دعویٰ کر سکیں کہ انہوں نے غزہ کی تعمیرِ نو پر خرچ کیا ہے، وہ یہاں کی گیس لے جائیں گے، زیتون اور دوسرے پھل لے جائیں گے۔“

”اس لیے یہ منصوبہ اپنے آغاز سے ہی ناکام ہے، اس کے لیے ان حکومتوں کے پاس کوئی وجدان، کوئی مقصد یا مستقبل نہیں ہے جس طرح غزہ خوراک، ادویات، قتل و غارت کا تماشہ اسرائیل کے ہاتھوں بنی رہی، اب بھی اسی کے حکام، افسران اور سیٹ اپ بورڈ کے معاملات چلائے گا۔ صرف نام تبدیل ہو رہا ہے، کام تو وہی ہے، فلسطینیوں کا قتلِ عام۔“

اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے جمال محتسب نے کہا:

”وہ غزہ کے لیے کچھ نہیں کرتے، یہ سب جھوٹ اور فریب ہے۔“ 66 سالہ جمال کا مزید کہنا ہے کہ جس کام کی منظوری اسرائیل دے رہا ہے، یا دے گا، وہ کبھی کسی فلسطینی یا غزہ کے حق میں تباہی کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔

جمال نے مزید کہا:

”اسرائیل اور ٹرمپ ایک ہیں۔ وہ بورڈ آف پیس کے ذریعے اپنے یکطرفہ فیصلے ہی مسلط کریں گے۔“

جمال اس وقت دیر البلح میں رہ رہے ہیں۔

گزشتہ دو سالوں سے غزہ کی تعمیرِ نو کے منصوبوں پر بحث ہو رہی ہے اور صرف بحث ہو رہی ہے۔ ہر فائر بندی کے بعد یہ ڈرامہ رچایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد قوت، کنٹرول اور غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ہم جیسی کمزور اقوام کے لیے کچھ نہیں کرتے، سب کچھ اپنے عزائم کے لیے کرتے ہیں۔

فلسطینی کہتے ہیں کہ بورڈ یہ فیصلہ کر ہی لے کہ غزہ میں تعمیرِ نو کا کام کرائے سے یہ ہوتا نظر نہیں آتا اور اور کچھ نہیں ہوگا۔ وہ چاہتے ہیں کہ بیس لاکھ سے زیادہ انسان اسی طرح مارے مارے، ادھر ادھر پھرتے رہیں اور اسی طرح بھوک، موسم اور بیماری سے مارے جائیں گے۔

ان کا کہنا ہے کہ ہم ایسے بورڈ پر کس طرح اعتماد کر سکتے ہیں جس میں اسرائیل رکن ہو، جس میں ہم رکن ہی نہ ہوں وہ ہمارے بناء ہماری قسمت کے فیصلے کیسے کر سکتے ہیں؟ وہ کبھی نہیں کریں گے۔ وہ ہماری نسل کشی کریں گے۔

فلسطینی بورڈ کے بارے میں کچھ بھی پرامید نہیں ہیں۔ وہ بورڈ کے حالیہ فیصلوں سے بھی اتفاق نہیں کرتے، وہ ٹرمپ کے بارے میں اپنے خدشات کا کھل کر اظہار کر چکے ہیں۔

جمال کا کہنا تھا:

”ان کا اصل مقصد حماس کو غیر مسلح کرنا ہے تاکہ ہمیں مقامی علاقائی اور بین الاقوامی طور پر ختم کر دیا جائے، اسرائیل کا اصرار ہے کہ حماس کو غیر مسلح کر دیا جائے۔“

فلسطینی کہتے ہیں کہ امن کی باتیں دھوکہ ہیں۔ وہ مغربی کنارے میں جاری تشدد اور فلسطینیوں کے قتلِ عام کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ وہاں دیکھ لیں وہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں فلسطینیوں کے گھر اور املاک تباہ کی جا رہی ہیں۔ یہودیوں کی آبادیاں وسیع کی جا رہی ہیں۔ وہ سارے غیر ملکی ہیں۔ وہ صیہونی نو آبادیات سے سوا کچھ نہیں ہیں۔ زندگی نارمل نہیں ہے۔ اسی طرح غزہ ایک المیہ ہے جسے طول دیا جا رہا ہے۔ امریکہ کے فیصلوں سے کس طرح امید لگائی جا سکتی ہے؟ یہ محض میڈیا کا کھیل ہے۔

فلسطینی کہتے ہیں کہ اب یہ بین الاقوامی استحکام فورس لانا چاہتے ہیں۔ یہ اسرائیل کا قبضہ اور بھی مضبوط بنانا چاہتے ہیں۔ اس فورس کو اسرائیل کے حملوں کو روکنا چاہیے۔ کیا یہ فورس ایسا کر سکتی ہے؟ اسرائیل کبھی بھی اس فورس پر حملہ نہیں کرے گا۔ وہ فلسطینیوں پر ہی حملہ کرتا رہے گا۔ یہ فورس کچھ نہیں کر سکے گی۔

تعمیرِ نو:

پیس بورڈ نے اپنے پہلے اجلاس میں پیس یعنی غزہ میں امن کا اعلان نہیں کیا۔ اس امر کی یقیناً توقع تھی کہ غزہ میں ”استحکام“ اور ”امن“ کی بات کی جاتی۔ اس بارے میں بھی کوئی بات نہیں کی گئی کہ تعمیرِ نو ہوگی، کس طرح ہوگی، کب سے ہوگی۔ جس غزہ کو دو سال کی ”مسلسل اور ان تھک“ بمباری سے توڑا گیا، اسے دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے کیا اقدامات کیے جائیں گے؟

”امن، استحکام اور تعمیرِ نو“ یہ تین خوبصورت الفاظ ہیں اور بس الفاظ ہی ہیں۔ یہ پیس کے لیے بورڈ بنانے والوں کی ترجیح نہیں ہیں۔ اسرائیل بفر زون اسی لیے بنا رہا اور بڑا کر رہا ہے تاکہ سمندر متصل اسرائیل کے رئیل اسٹیٹ سرمایہ کاروں کو پلاٹ الاٹ کیے جائیں جہاں تفریحی اور کاروباری عمارات تعمیر کی جائیں، ڈونلڈ ٹرمپ جب صدارت سے فارغ ہو جائیں تو ان کا یہاں محل تعمیر ہو، ٹونی بلیئر کے لیے شان دار ولا (Villa) ہو، جیرڈ کشنر کی خوبصورت رہائش گاہ ہو جہاں وہ ٹرمپ کی بیٹی کے ساتھ چھٹیاں گزارنے آیا کریں، عرب شہزادے بھی آیا کریں۔

عام فلسطینی یہ سمجھتا ہے کہ امن ہو جائے تو وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ باقی کی زندگی بسر کر سکیں، سکول کھلیں اور اس کے بچے وہاں پڑھیں، وہ کلاس روم میں جائیں۔ لیکن ہزاروں لاکھوں خواہشیں ایسی کہ ان کے بجائے بم نکلے اور میزائل گرتا ہے۔ اس لیے تو حماس کو غیر مسلح کرنا ان بورڈ والوں کا دیرینہ خواب ہے۔

باریک بینی: زینب الیاس

مشرق وسطیٰ سارے کا سارا اسرائیل کا ہے: ہکابی

مریکی صدر ٹرمپ نے اپنی انتظامیہ میں چن چن کر ایسے افراد کو اہم عہدے دیے ہیں جو صہیونی ذہنیت کے حامل اور اسرائیل کے عملی غلام ہیں۔ امریکہ کے مشرقِ وسطیٰ میں نمائندے سٹیو وٹکاف سے لے کر اسرائیل میں سفیر مائیک ہکابی تک سب ایک ہی قطار میں کھڑے ہیں۔

ٹکر کارلسن کے ایک پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے مائیک ہکابی نے بڑے واضح طور پر دعویٰ کیا ہے کہ سارا مشرقِ وسطیٰ اسرائیل کا ہے۔ اسے یہ حق ہے کہ سارے جزیرہ نما عرب پر تسلط جما لے۔ دریائے فرات سے لے کر دریائے نیل تک سارا علاقہ اسرائیل کا اثاثہ ہے جس میں پانچ عرب مما لک آتے ہیں۔

ہکابی مربی کے یہ ریمارکس ''گریٹر اسرائیل'' کے منصوبے کی توثیق کر رہے ہیں جس کا بارہا بنیامین نیتن یاہو اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے بھی ذکر کر چکے ہیں۔ بہت سے اہم دیگر اسرائیلی سیاستدان بھی یہی بات کرتے نظر آتے ہیں۔ ہکابی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بپٹسٹ وزیر ہیں اور نظریات کے اعتبار سے صیہونی ہیں۔ وہ پروگرام میں شریک ہوئے تو میزبان ٹکر کارلسن نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''آپ کس سرزمین کی بات کر رہے ہیں؟ میں نے ابھی بائبل کے باب پیدائش (Genesis) کے سیکشن 12 میں پڑھا ہے اور پہلے بھی کئی مرتبہ پڑھا ہے، اور یہ اس طرح سے ہے کہ ''دریائے فرات سے دریائے نیل کا درمیانی سارا علاقہ، سارا مشرقِ وسطیٰ اسرائیل کا ہے۔''

کارلسن نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا:

''اس کا آخر کیا مطلب ہے؟ کیا اس زمین پر اسرائیل کا حق ہے؟ آپ باب پیدائش پڑھیں، وہاں تو ایسا ہی ہے۔ آپ اصلی وعدہ یاد کریں!''

ہکابی نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا: ''کیا آپ اس پر قبضہ نہیں کریں گے؟''

ہکابی نے مزید کہا کہ یہ آج کا موضوع نہیں ہے جس پر ہم بات کر رہے ہیں۔ کارلسن نے جواب دیا: ''نہیں، نہیں! یہی تو آج کا موضوع ہے جس پر ہم بات کر رہے ہیں۔''

ہکابی نے کہا کہ وہ تو اس خطے کو لینے کی ابھی بات نہیں کر رہے۔ وہ یہ نہیں کہہ رہے کہ ہم واپس جائیں گے اور اس خطے کو اپنے قبضے میں لیں گے، تاہم وہ ضرور جانتے ہیں کہ ہمیں واپس جانا ہے اور اس پورے خطے کو قبضے میں ضرور لینا ہے۔

کارلسن نے کہا کہ آپ کرسچن صیہونی ہیں، آپ کا اعتقاد اسی اصول کے تحت ہے۔ میں سمجھتا ہوں جو آپ کہہ رہے ہیں۔ آپ نے کہا ہے کہ ریاستِ اسرائیل کو سارا اسرائیل لینا ہوگا۔ سارا شام اور سارا لبنان اور۔۔۔

ہکابی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ ''میں درحقیقت وہ نہیں کہہ رہا جو آپ کہہ رہے

ہیں۔ یہ قدرے پیچیدہ بیان ہے۔ اس نے کہا کہ وہ اردن کو لینے کی بات نہیں کر رہے۔ وہ شام کو قبضے میں لینے کا بھی نہیں کہہ رہے۔ وہ عراق پر قبضے کی بات بھی نہیں کر رہے۔ اس وقت وہ اپنے عوام کا تحفظ کرنے پر توجہ دے رہے ہیں۔''

''اس وقت تو انہیں ان سب کی طرف سے حملے کا سامنا ہے۔ وہ یہ جنگ جیت جاتے ہیں، پھر وہ ساری زمین قبضے میں لے سکیں گے، لیکن وہ ایک الگ اور بالکل دوسری بحث ہے۔''

فروری کے شروع میں کارلسن نے ایک فلسطینی مسیحی کا انٹرویو کیا، ایک اردنی مسیحی کا بھی انٹرویو کیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ بتائیں کہ مسلمانوں کے ساتھ وہ کس طرح ہم آہنگی سے رہتے ہیں۔ اسرائیل انہیں دبانے کے لیے کس طرح کی پالیسیاں نافذ کرتا ہے۔ اس دوران میں وہ بات کہنے پر مجبور کرتا رہا جو وہ خود سننا اور ان سے کہلوانا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ دونوں اس نکتے پر بات کریں کہ ہکابی نے ان کا مقدمہ اسرائیلی حکومت سے کیوں نہیں لڑا جو ان سے ظالمانہ سلوک روا رکھتی ہے۔

ہکابی نے جون میں بلوم برگ کو انٹرویو میں اعتراف کیا کہ امریکی حکومت مغربی کنارے پر فلسطینی ریاست بنانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ اسرائیل کے ہمسائے کے طور پر مسلم ریاست قبول نہیں کرے گی۔ وہ اس کے لیے زمین چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ ہکابی نے کہا:

''ایسا کرنا بھی ہوا تو وہاں کلچر تبدیل کرنا ہوگا ورنہ اس کے لیے مغربی کنارے میں مسلم فلسطینیوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔''

اس پر کارلسن نے کہا کہ ہکابی جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے تو یہ بہت شرمناک ہوگا۔ اسے اس کا جواب دینا ہوگا۔ ٹکر کارلسن نے عرب مسیحیوں کے انٹرویو میں بھی یہ بات دہرائی۔ غور طلب نکتہ ہے کہ کارلسن فلسطینی مسلمانوں، فلسطینی مسیحیوں، صیہونی مسیحیوں اور عرب مسیحیوں کے درمیان امتیاز اور نفرت کے بیج بونے کی کوشش کرتے رہے۔

جب ہکابی کا یہ انٹرویو یوٹیوب پر نشر ہوا تو انہوں نے فوراً ایکس (سابقہ ٹوئٹر) پر لکھا:

''ٹکر کارلسن نے اپنے پروگرام میں میرے بارے میں بات کرنے کے بجائے کچھ اور باتیں کیں۔ تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟ یوں لگتا ہے تمہارا ایجنڈا مشرقِ وسطیٰ میں حالات میں مزید خرابی پیدا کرنے کا ہے۔''

ٹکر کارلسن نے ایکس پر جواب دیا:

''میں ضرور ایسا کرنا چاہوں گا۔ ہم آج تمہارے آفس آئیں گے اور انٹرویو کریں گے۔''

ٹکر کارلسن کو صدر ٹرمپ کا اتحادی سمجھا جاتا ہے۔ وہ کئی پالیسی امور پر صدر سے اتفاق نہیں کرتے۔ انہوں نے اسرائیل کا دورہ کیا اور ہکابی کے ساتھ گفتگو بھی کر ڈالی۔ کارلسن نے بتایا کہ وہاں اسرائیلی حکام نے زمین تو نہیں دی، اس کے سٹاف کے ارکان کو بھی نظر بند کر دیا گیا۔ ڈیلی میل سے بات کرتے ہوئے کارلسن نے کہا کہ اسرائیل کے حکام نے ان کے پاسپورٹ اور ان کے سٹاف کے کاغذات بھی لے لیے۔ ان کے ایک رکن کو دوسرے کمرے میں لے جا کر اس سے تفتیش کی اور سوالات کرتے رہے۔ ان کے پاسپورٹ لینے والوں نے خود کو ایئرپورٹ سیکیورٹی کے حکام کے طور پر متعارف کرایا۔ کارلسن کے پروگرام کے ایگزیکٹو پروڈیوسر سے تحقیقات کرتے رہے۔ پوچھتے رہے کہ آپ ہکابی سفیر سے کس نوعیت کی گفتگو کرتے رہے ہیں۔

کارلسن نے ڈیلی میل کو بتایا کہ یہ سب بہت ہراساں کرنے والے طریقے سے کیا گیا۔ پھر ہم اسرائیل سے باہر نکل آئے (یا نکال دیے گئے)۔

جب انہوں نے اپنے 165 منٹ کے پورے شو کو ٹویٹ کیا جو جمعہ کو جاری کیا گیا، کارلسن ایک دم پھٹ پڑے کہ ہکابی نے اتنا بھی گوارا نہیں کیا کہ ہم سے ایئرپورٹ سیکیورٹی کے حکام نے کس قدر برا سلوک کیا؟ وہ کہنے لگے:

''اگر آپ اسرائیل میں ایک امریکی ہیں اور سفیر بھی ہیں، آپ کو پورا یقین ہونا چاہیے کہ آپ کی حکومت اسرائیل کی طرف داری کرے گی اور آپ کو تنہا چھوڑ دے گی۔''

جو کچھ ہوا، امریکیوں سے امریکہ میں کہیں بھی اس طرح کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ کیا ایسا ہوتا ہے؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کی حکومت اسرائیل کا ساتھ دے گی یا اسے ایسا کرنے کی اجازت دے گی؟ نہیں، بالکل نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ آپ (امریکیوں) کے بجائے اسرائیل کا ساتھ ہی دیں گے۔''

فلسطینی اتھارٹی فلسطینیوں کی زندگی کسی اعتبار سے بھی بہتر نہیں بنا سکی۔ مغربی کنارے میں یہودی آبادکاری کی شکل میں آبادکاری یعنی سیٹلر یہودیوں کا تشدد بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے علاقے رام اللہ کے شمال مشرق میں تشدد پھیلتا جا رہا ہے۔ اسرائیل ٹرانسپورٹ کے ذریعے اسرائیلی فوج مختلف عمارتوں میں داخل ہو رہی ہے۔ وہ فلسطینیوں کے زرعی فارموں پر قبضہ کر رہی ہے، وہ ان کو آبادکار یہودیوں کو سونپ رہی ہے۔

کارلسن نے کہا کہ یہ ایک مثال ہے۔ پورے مغربی کنارے میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ امریکہ کبھی مغربی کنارے کے فلسطینیوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہوگا، کبھی نہیں۔ یہ تجربہ ہمیں اسرائیل جا کر اچھی طرح سے ہو گیا ہے۔

[شکریہ: مڈل ایسٹ آئی 20 فروری 2026]

اسرائیل کا مغربی کنارے میں زمین کی رجسٹریشن کا فیصلہ، پاکستان کی مذمت

اسرائیل نے اتوار کو فیصلہ کیا کہ مقبوضہ مغربی کنارے کے ایک بڑے حصے میں زمین کے انتظام (لینڈ ریگولیشن) کا متنازع عمل شروع کرے گا۔ پاکستان نے اس فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے عالمی برادری سے اس فیصلے کے خلاف ٹھوس اقدامات اٹھانے کا مطالبہ کیا ہے۔

اسرائیلی حکومت کے اس فیصلے سے اسرائیل مستقبل کی ترقی کے لیے اس علاقے کے وسیع رقبے پر کنٹرول حاصل کر سکتا ہے اور مغربی کنارے میں ''زمین کی ملکیت کے تصفیے'' کا قانونی عمل دوبارہ شروع ہو جائے گا جو 1967ء میں مشرق وسطیٰ کی جنگ کے بعد سے منجمد تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسرائیل کسی خاص علاقے میں زمین کی رجسٹریشن شروع کرے گا تو زمین پر دعویٰ کرنے والے کسی بھی شخص کو ملکیت ثابت کرنے والی دستاویزات جمع کروانی ہوں گی۔

پاکستانی دفتر خارجہ کی جانب سے پیر کو جاری کیے گئے بیان میں کہا گیا ہے کہ ''پاکستان اسرائیلی قابض طاقت کی جانب سے مقبوضہ مغربی کنارے کے علاقوں کو نام نہاد ریاستی ملکیت میں تبدیل کرنے اور غیر قانونی آبادکاری کی سرگرمیوں کو وسعت دینے کی تازہ ترین کوشش کی شدید مذمت کرتا ہے۔''

''اس طرح کے اقدامات بین الاقوامی قانون کے ساتھ ساتھ متعلقہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی قراردادوں کی صریح خلاف ورزی ہیں اور بین الاقوامی برادری کی طرف سے اسے مسترد کرنا چاہیے۔''

بیان میں کہا گیا کہ ''قابض طاقت کا بین الاقوامی قانون کی مسلسل نظر اندازی اور اس کے اشتعال انگیز اقدامات خطے میں منصفانہ، جامع اور دیرپا امن کے امکانات کو کمزور کر رہے ہیں۔''

''پاکستان عالمی برادری سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسرائیلی استثنیٰ کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات کرے اور بین الاقوامی قوانین کے احترام کو یقینی بنائے۔''

دفتر خارجہ نے کہا کہ ''پاکستان فلسطینی عوام کے حق خودارادیت اور 1967ء سے پہلے کی سرحدوں پر مبنی ایک آزاد، قابل عمل اور ملحقہ ریاست فلسطین کے قیام کے لیے مکمل حمایت کا اعادہ کرتا ہے جس کا دارالحکومت القدس الشریف ہو۔''

اسرائیلی آبادکاری مخالف گروپ ''پیس ناؤ'' نے کہا کہ یہ عمل ممکنہ طور پر فلسطینیوں کی زمین پر ''زمین پر بڑے پیمانے پر قبضے'' کے مترادف ہے۔

پیس ناؤ کے سیٹلمنٹ واچ پروگرام کی ڈائریکٹر ہیگت اوفران نے کہا ''یہ اقدام بہت ڈرامائی ہے اور ریاست کو ایریا سی کے تقریباً تمام حصے پر کنٹرول حاصل کرنے

کی اجازت دیتا ہے۔''

فلسطینیوں کے ساتھ 1990ء کی دہائی میں طے پانے والے معاہدوں کے مطابق، ایریا سی مغربی کنارے کے اس 60 فیصد حصے پر مشتمل ہے جو مکمل طور پر اسرائیلی فوجی کنٹرول میں ہے۔

فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس کے دفتر نے ایک بیان میں اس فیصلے کو ''ایک سنگین پیش رفت اور بین الاقوامی قانون کی کھلی خلاف ورزی'' قرار دیا، جو ''عملی طور پر الحاق'' کے مترادف ہے۔ صدارتی دفتر نے بین الاقوامی برادری، خاص طور پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور امریکہ سے فوری مداخلت کا مطالبہ کیا۔

یہ فیصلہ مغربی کنارے پر اسرائیلی کنٹرول کو مضبوط کرنے کا تازہ ترین قدم ہے۔ حالیہ مہینوں میں، اسرائیل نے یہودی بستیوں میں تعمیرات کو بہت بڑھا دیا ہے، چوکیوں کو قانونی حیثیت دی ہے اور علاقے میں اپنی پالیسیوں میں اہم افسر شاہانہ تبدیلیاں کی ہیں تاکہ اپنی گرفت کو مضبوط اور فلسطینی اتھارٹی کو کمزور کر سکے۔

اسرائیل کی وزارت خارجہ نے کہا کہ فلسطینی اتھارٹی کے سول پلاننگ کے نقشے ظاہر کرتے ہیں کہ اتھارٹی برسوں سے ایریا سی میں اراضی کی رجسٹریشن کے طریقہ کار کو آگے بڑھا رہی ہے جو ان معاہدوں کی خلاف ورزی ہے جو اسرائیل کو اس علاقے پر سول اور فوجی کنٹرول دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اتوار کا فیصلہ زیادہ شفافیت کے لیے کیا گیا تھا۔

اس فیصلے کا اعلان سب سے پہلے گذشتہ مئی میں کیا گیا تھا لیکن اس ہفتے کابینہ کے اجلاس میں منظوری سے قبل اس پر مزید کام کرنے کی ضرورت تھی۔ اس فیصلے کے تحت، اسرائیلی حکام رجسٹریشن کے لیے مخصوص علاقوں کا اعلان کریں گے، جس سے زمین پر دعویٰ کرنے والے کسی بھی شخص کو اپنی ملکیت ثابت کرنا ہوگی۔

اوفران نے کہا کہ ملکیت ثابت کرنے کا عمل ''سخت گیر'' ہو سکتا ہے اور شاذ و نادر ہی شفاف ہوتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ فی الحال فلسطینیوں کی ملکیت والے علاقوں میں رجسٹریشن کے عمل سے گزرنے والی کوئی بھی زمین ممکنہ طور پر اسرائیلی ریاستی کنٹرول میں واپس چلی جائے گی۔

اوفران نے بتایا کہ 'فلسطینیوں کو اس طریقے سے ملکیت ثابت کرنے کے لیے بھیجا جائے گا جو وہ کبھی نہیں کر پائیں گے۔ اور اس طرح اسرائیل ایریا سی کے 83 فیصد حصے پر قبضہ کر سکتا ہے جو مغربی کنارے کا تقریباً نصف ہے۔''

انہوں نے کہا کہ رجسٹریشن کا عمل رواں سال ہی شروع ہو سکتا ہے۔

یہ تجویز حکمران اتحاد کے کچھ انتہائی دائیں بازو کے اسرائیلی ارکان کی طرف سے پیش کی گئی تھی، جن میں وزیر انصاف یاریو لیون بھی شامل ہیں۔ انہوں نے کہا، ''اسرائیل کی حکومت اپنے تمام حصوں پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے پرعزم ہے، اور یہ فیصلہ اس عزم کا اظہار ہے۔''

'خطرناک پیش رفت'

اردن کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں بین الاقوامی برادری سے مطالبہ کیا کہ وہ ''اپنی قانونی اور اخلاقی ذمہ داریاں نبھائے، اور قابض طاقت اسرائیل کو اس کی خطرناک پیش رفت کو روکنے پر مجبور کرے۔''

قطر کی وزارت خارجہ نے کہا کہ وہ اسرائیل کے فیصلے کو 'فلسطینی عوام کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کے اس کے غیر قانونی منصوبوں کی توسیع' سمجھتی ہے۔

سابقہ امریکی انتظامیہ نے مغربی کنارے میں اسرائیلی سرگرمیوں اور کنٹرول میں توسیع کی شدید مذمت کی ہے، لیکن وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ خاصے قریبی تعلقات ہیں۔ دونوں نے گذشتہ ہفتے واشنگٹن میں ملاقات کی جو گذشتہ ایک سال میں ان کی ساتویں ملاقات تھی۔

اوفران نے کہا کہ پھر بھی ٹرمپ نے الحاق کی مخالفت کی ہے۔

فلسطینی شہریوں کو نجی طور پر اسرائیلی شہریوں کو زمین فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے، حالاں کہ گذشتہ ہفتے اعلان کردہ اقدامات کا مقصد اسے کالعدم کرنا ہے۔ فی الحال، آبادکار اسرائیل کی حکومت کے کنٹرول والی زمین پر گھر خرید سکتے ہیں۔ گذشتہ ہفتے کے فیصلے کا مقصد مغربی کنارے میں ماحولیاتی اور آثار قدیمہ کے امور سمیت فلسطینیوں کے زیر انتظام علاقوں میں اسرائیلی نفاذ کے کئی پہلوؤں کو بڑھانا بھی تھا۔

سات لاکھ سے زیادہ اسرائیلی مقبوضہ مغربی کنارے اور مشرقی یروشلم میں رہتے ہیں، یہ وہ علاقے ہیں جن پر اسرائیل نے 1967ء میں اردن سے قبضہ کیا تھا اور فلسطینی اسے مستقبل کی ریاست کے لیے چاہتے ہیں۔ بین الاقوامی برادری بھاری اکثریت سے ان علاقوں میں اسرائیلی بستیوں کی تعمیر کو غیر قانونی اور امن کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق تین لاکھ سے زیادہ فلسطینی مغربی کنارے کے ایریا سی میں رہتے ہیں، جب کہ آس پاس کی برادریوں میں اس سے کہیں زیادہ لوگ اس کی زرعی اور چرنے والی زمینوں پر انحصار کرتے ہیں، جن میں وہ پلاٹس بھی شامل ہیں جن کے لیے خاندانوں کے پاس دہائیوں زمین کی دہائیوں پرانی دستاویز یا ٹیکس کا ریکارڈ موجود ہے۔

جائزہ: ابوالعین

مغربی کنارے کو ہڑپ کرنے کے صہیونی اقدامات

اسرائیل مقبوضہ فلسطینی علاقوں پر مزید تسلط کے لیے مسلسل اقدامات کر رہا ہے۔ وہ غزہ میں نسل کشی کی پالیسی پر عمل پیرا ہے جب کہ مغربی کنارے کے مختلف حصوں سے فلسطینیوں کو بے دخل کر کے زمین صیہونیوں کو دے رہا ہے۔ اس کی بڑی وجوہات میں امریکی کردار، کسی مزاحمت کے نہ ہونے کا یقین دلانا، کسی بھی بڑے اقدام کی عدم موجودگی اور اس کی اپنی جارحانہ پالیسی ہے۔

ٹائمز آف اسرائیل نے ایک رپورٹ فروری کے تیسرے ہفتے میں شائع کی ہے۔ اس کا عنوان ہے کہ اسرائیل کی سلامتی کابینہ نے مغربی کنارے کے کنٹرول کو مزید گہرا کرنے کی منظوری دی ہے۔ اس منصوبے پر اس کے وزیر دفاع اسرائیل کاتس اور وزیر خزانہ بیزائیل سموٹریش کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے مغربی کنارے کے دو سیکٹروں اے اور بی میں منصوبے پر کام کی تفصیلات طے کی ہیں، ان کے مطابق اسرائیل کی کابینہ سے منظوری لی گئی ہے۔ ان سیٹلرز پروگرام کے مزید خدوخال واضح کیے گئے ہیں۔

اس پروگرام کے تحت اسرائیل کے متمول شہریوں کو کہا گیا ہے کہ مغربی کنارے کے جن علاقوں سے فلسطینی بے دخل کیے گئے ہیں، کیے جا رہے ہیں، وہ ان علاقوں کو خرید لیں اور وہاں آبادکاری کریں اس کام میں انہیں فوج اور پولیس کا مکمل تعاون حاصل رہے گا۔ اس طرح فلسطینی علاقوں کو نئی رجسٹریشن کے ذریعے صیہونیوں کو ان کا کنٹرول دیا جا رہا ہے۔ صیہونی سرمایہ دار مغربی کنارے میں فلسطینیوں کی جائیدادیں حاصل کر رہے ہیں۔ اس طرح ان علاقوں میں مزید یہودیوں کو آباد کر کے ان کی بستیاں بنانے کا سلسلہ جاری ہے۔

ان منصوبوں کے بارے میں یہ بات اخبار نے لکھی ہے کہ قبضہ میں لیے گئے علاقوں پر گزشتہ دس سال سے کشمکش جاری تھی فلسطینی اسرائیلی اقدامات، آبادکار یہودیوں کے حملوں کا مقابلہ کرتے آئے ہیں۔ ٹائمز آف اسرائیل نے فلسطینیوں کی مزاحمت کو 'رکاوٹ' کا نام دیا ہے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ عرصہ دراز سے ان علاقوں کو واگزار کرانے کی جدوجہد کی جا رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل ان علاقوں پر قبضہ مستحکم کرنے کی راہ پر چل رہا ہے۔ غزہ کے حالات نے اسے مزید مواقع دیے ہیں اور اس کی پالیسی کے جارحانہ انداز میں مزید شدت آ گئی ہے، اس پالیسی پر مزید جارحیت کی ایک وجہ اردن کی فلسطینی مزاحمت کے خلاف پالیسی بھی ہے۔ اردن ان امور پر لاتعلقی کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس وجہ سے مغربی کنارے میں یہودیوں کی نئی بستیاں تعمیر کی جا رہی ہیں۔

اس صورتحال نے اوسلو معاہدے سے اب تک سوئی ہوئی فلسطینی اتھارٹی میں بھی احتجاج کی رمق پیدا کر دی ہے اور امریکہ سے ان حالات کا جائزہ لینے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ اسی

طرح کا مطالبہ اردن نے اقوام متحدہ سے بھی کر دیا ہے۔

حماس نے اس صورتحال کو سنگین قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اسرائیل کو غلط بیانی پر مبنی بیانات اور نعروں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، سارے فلسطینیوں کو مزاحمت کرنا ہوگی۔ اسرائیلی اقدامات کو روکنا ہوگا۔ اس مقصد کو پانے کے لیے انقلاب کی راہ پر چلنا ہوگا۔ مغربی کنارے اور مقبوضہ مشرقی بیت المقدس میں اسرائیل کے خلاف بغاوت کرنا ہوگی۔

اسرائیل نے مغربی کنارے کی زمین کی ملکیت حاصل کرنے کے خواہش مند یہودیوں کے لیے ان علاقوں کی رجسٹریشن کھول دی ہے۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ اب مغربی کنارے میں جائیداد کی فہرست جاری کر دی گئی ہے۔ اس میں وہ علاقے بھی شامل ہیں جو فلسطینی مقامی آبادی سے خالی کرا لیے گئے ہیں، کرائے جا رہے ہیں یا مستقبل میں مقامی آبادی وہاں سے جبری طور پر ان کی جائیدادوں، گھروں، زرعی زمین یا کاروبار سے بے دخل کر دی جائے گی۔ مزاحمت کرنے والے فلسطینی مختلف کیمپوں میں منتقل کر دیے جائیں گے، گرفتار کر لیے جائیں گے یا مار دیے جائیں گے، ان خالی جگہوں کے لیے اسرائیل کی یہودی اشرافیہ سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی پسند کی جگہ کی رجسٹریشن کرا لیں۔ اب تک ان علاقوں میں زمین کی رجسٹریشن کی درجہ بندی بھی کر دی گئی ہے۔

اسرائیلی کابینہ نے قواعد میں تبدیلی کر کے غیر مسلموں اور دیگر مذاہب والوں پر یہ پابندی لگا دی ہے کہ وہ ان زمینوں کی رجسٹریشن نہیں کرا سکتے۔ اس طرح صرف اور صرف یہودی یا صیہونی ہی یہ ملکیت حاصل کر سکیں گے۔

مغربی کنارے میں کسی قطعہ زمین کو حاصل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ خریدنے والا لینڈ رجسٹریشن اتھارٹی سے لائسنس حاصل کرے، اب یہ شرط بھی ختم کر دی گئی ہے۔ اب ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ ملکیت حاصل کرنے اور اس کی رجسٹریشن کرانے والوں سے کہا گیا ہے کہ وہ ان کمیٹیوں سے رابطہ کریں جو رجسٹریشن کا عمل مکمل کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔

ان قواعد کے نفاذ سے یہ آسان بنا دیا گیا ہے کہ اسرائیل کے لوگ اب جودیہ اور سماریہ میں کہیں بھی رجسٹریشن کرا سکیں گے۔ یہ رجسٹریشن تل ابیب کے علاقے بیت المقدس میں کہیں بھی کرائی جا سکتی ہے۔ اس طرح مغربی کنارے کے بجائے ان علاقوں کو جودیہ اور سماریہ کہا جائے گا۔

منصوبے کے تحت ایریا A اور ایریا B میں اسرائیل کی نگرانی زیادہ مؤثر بنانے کے نام سے قبضہ مزید سخت اور گہرا کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا ہے۔ یہ سارے اقدامات اقوام متحدہ کی قراردادوں کے خلاف ہیں لیکن امریکی سرپرستی میں یہ سارے کام آسانی سے کیے جا رہے ہیں۔

ان اقدامات سے مغربی کنارے میں دو کام مزید کیے جا رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی یہاں عمارتوں، تاریخی مقامات، نہروں اور دریاؤں کو یہودیوں کے نام کرنے کا عمل شروع کر دیا گیا ہے۔ دوسرا کام یہ ہے کہ یہاں یہودی بستیوں کو وسعت دے کر سارے فلسطینی علاقے اسرائیل میں ضم کیے جا رہے ہیں۔ یہ خطرناک اقدامات ہیں جن کے مکمل ہونے پر وہاں سے فلسطینی تاریخ بھی مٹا دی جائے گی۔

اوسلو معاہدہ بھی ان اقدامات سے غیر مؤثر ہو جائے گا اور ان علاقوں پر اسرائیل کا تسلط مکمل ہو جائے گا۔ اوسلو معاہدہ 1993ء میں ہوا تھا، اس کے تحت مغربی کنارے کو ایریا A، B اور C میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایریا C مکمل اسرائیلی کنٹرول میں دیا گیا تھا۔ ایریا A اور B کا شہری کنٹرول تب قائم کی گئی فلسطینی اتھارٹی کو دیا گیا تھا لیکن ان دونوں علاقوں کا سیکیورٹی کنٹرول اسرائیل کے پاس تھا۔ ایریا A ایسا ایریا تھا جس پر اتھارٹی کا مکمل کنٹرول تھا۔

اوسلو معاہدوں کے تحت اسرائیل کو Tomb of Patriarchs کا بھی کنٹرول دیا گیا تھا۔ ابراہیمی مسجد بھی اسی علاقے میں واقع ہے۔

اس طرح اردن کو ابراہیمی مسجد پر جو برائے نام کنٹرول حاصل تھا اور مسجد کے اوقات کے امور اس کے پاس تھے، وہ بھی عملی طور پر اسرائیل کو دے دیے گئے تھے۔ یہ عمارتیں الخلیل میں واقع ہیں، جو بیت المقدس کے جنوب میں 30 کلومیٹر پر پھیلے علاقے میں ہیں۔ یہاں غاروں کا ایک بڑا سلسلہ بھی ہے، یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ غار اور اس سے ملحقہ علاقے خریدے تھے۔

اب ان علاقوں کے لیے ایک منصوبے کی اسرائیلی کابینہ نے منظوری دی ہے۔ اس کے تحت ان علاقوں کا کنٹرول الخلیل میں تعمیر کی گئی یہودی آبادکار کالونی کو دے دیا گیا ہے، اس میں Tomb of the Patriarchs بھی شامل ہے۔ اس کی ملکیت پر فلسطینیوں نے لمبی قانونی جنگ لڑی ہے۔ اب کابینہ کے ایک فیصلے سے ان علاقوں کا اختیار صیہونیوں کو دے دیا گیا ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اس مقبرے میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی آخری آرام گاہیں ہیں۔ حضرت سارہ علیہ السلام بھی یہاں مدفون ہیں۔

اب جب کہ 1997ء کے ہیبرون معاہدے کے تحت یہودی آبادکاروں میں کسی قسم کی تعمیر کے لیے میونسپلٹی اور سول انتظامیہ سے منظوری لینا ضروری تھا، اب اسرائیلی کابینہ نے

اس کے اصول وضوابط تبدیل کر دیے ہیں۔ اب یہاں کسی قسم کی تعمیر کے لیے وزارتِ دفاع سے منظوری ضروری قرار دے دی گئی ہے۔

کابینہ کے فیصلے سے بیت لحم میں واقع Tomb of Rachel اور اس سے ملحقہ علاقے بھی متاثر ہوں گے۔ ان کے لیے میونسپل اتھارٹی قائم کر دی گئی ہے، اب یہ اتھارٹی اس علاقے اور مقدس مقام کی صفائی اور حفاظت کی ذمہ دار ہوگی۔ بظاہر یہ انتظام اچھا نظر آتا ہے لیکن اس کے نفاذ سے فلسطینیوں کو کسی بھی قسم کے کردار سے محروم کر دیا گیا ہے۔

یہ امر سامنے رہے کہ ان تمام فیصلوں کو پوری کابینہ میں پیش نہیں کیا گیا۔ ان کی منظوری سیکیورٹی کابینہ سے لی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن وزراء نے غزہ جنگ مسلط کی تھی، وہی ان اقدامات کی منظوری دے رہے ہیں۔ اس میں نیم مذہبی جنگی کابینہ کے ارکان مسلسل یہ زور دیتے رہے ہیں کہ مغربی کنارے کو اسرائیل میں ضم کر لیا جائے۔ اپنی حکام کے دباؤ پر اسرائیلی پارلیمنٹ ''کنیسٹ'' نے قرارداد میں اس مطالبے کو تسلیم بھی کر لیا ہے، یہ اقدامات غیر قانونی ہیں۔

فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس نے ان فیصلوں کو قابلِ مذمت قرار دیا ہے۔ ان کو غیر قانونی قرار دیا ہے اور غیر مؤثر کہا ہے۔ انہوں نے امریکہ اور اقوام متحدہ سے کہا ہے کہ ان کے نفاذ کو روکا جائے۔

محمود عباس کی ترجمان خبر رساں ایجنسی WAFA کے مطابق ان فیصلوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''یہ خطرناک فیصلے ہیں، ان فیصلوں سے اسلامی اور مذہبی مقامات میں اسرائیل نے گھسنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔'' مسجد ابراہیمی کی حیثیت اور انتظامیہ میں تبدیلی سے اتھارٹی بہت پریشان ہے۔ ان فیصلوں پر عمل سے اسرائیل اوسلو معاہدے سے ہٹ گیا ہے۔

حماس نے بھی ان فیصلوں کی شدید مذمت کی ہے اس سے مغربی کنارے میں کشیدگی مزید بڑھے گی۔ حماس نے عرب اور مسلم اقوام سے کہا ہے کہ وہ اسرائیل سے تعلقات ختم کریں۔ حماس کے بیان میں کہا گیا ہے کہ:

''ہم عرب اور مسلم اقوام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیل کے قبضے کو چیلنج کرنے کے عزم پر مضبوطی سے قائم رہیں، اسرائیل کو مغربی کنارے کو ہڑپ کرنے سے روکا جائے۔''

مغربی کنارے کے بارے میں اب عرب اور مسلم ممالک کے متحد اور مضبوط کردار کی ضرورت ہے۔ اسرائیل کے سفیروں کو اپنے ممالک سے نکال دیا جائے، سفارتی تعلقات ختم کیے جائیں۔ حماس نے مغربی کنارے کے ہر فلسطینی سے کہا ہے کہ ان فیصلوں اور اسرائیل کے قبضے کے خلاف بغاوت کریں، یہ بغاوت مغربی کنارے، القدس اور ہر علاقے میں کی جائے۔ اس کے لیے ہر ذریعہ استعمال میں لایا جائے، آبادکار یہودیوں کے روپ میں آنے والے صیہونیوں کے خلاف متحد مزاحمت کی جائے۔ اگر ایسا نہ کیا تو اسرائیل بڑے آرام سے ان علاقوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنا حصہ قرار دے دے گا۔ اس لیے لازمی ہے کہ ان حکومتوں کو ختم کرنے، نئی بستیاں آباد کرنے اور فلسطینیوں کو بے گھر کرنے کے اسرائیلی اقدامات کو ہر سطح پر ناکام بنا دیا جائے۔ یاد رہے کہ حماس 'آبادکار یہودی' کی اصطلاح میں ہر اس یہودی کو شامل کرتی ہے جو کسی دوسرے ملک سے آیا، وہ اسرائیل میں ہے یا کسی مقبوضہ علاقے میں یہودی بستی میں ہے۔

آبادکار یہودیوں کا خیر مقدم:

اسرائیلی کابینہ کے ان فیصلوں کو آبادکار یہودیوں یعنی سیٹلرز (Settlers) نے خوش آئند قرار دیا ہے۔ ان کی نمائندگی کرنے والی بڑی تنظیم ''لیشا کونسل سیٹلمنٹ کونسل'' اور مغربی کنارے کی میونسپل اتھارٹیز نے کہا ہے کہ یہ فیصلے بہت اہم اور دور رس اثرات مرتب کریں گے۔ ان کی مدد سے 50 سال بعد جودیہ اور سماریہ کو بحال کیا جا سکے گا۔

کونسل نے کہا ہے کہ اسرائیل نے ان فیصلوں سے یہ قرار دیا ہے کہ اسرائیل کی سرزمین اسرائیل کی ریاست کی ہے، ان سے یہودیوں کے خلاف گزشتہ کئی عشروں سے جاری ناانصافی کے خاتمے کی راہ ہموار ہوگی۔

Peace Now تنظیم نے ان فیصلوں پر کہا ہے کہ ہم دو ریاستی حل کے حامی ہیں۔ نیتن یاہو نے کہا تھا کہ وہ غزہ سے حماس کو نکال باہر کریں گے۔ اس میں وہ ناکام ہو گئے ہیں۔ اب ان صدموں سے فلسطینی اتھارٹی کو بے دخل اور غیر مؤثر کرنے کے اقدامات کرنا شروع کر دیے ہیں، اس طرح وہ ان معاہدوں کو غیر مؤثر کر رہے ہیں جو اوسلو میں کیے گئے تھے۔ اسرائیل مغربی کنارے کو ضم کرنا چاہتا ہے۔ ہم ان فیصلوں کو مغربی کنارے کے عوام کے ساتھ زیادتی قرار دیتے ہیں اور امریکہ سے کہتے ہیں کہ یہ خود صدر ٹرمپ کے وعدوں کو پامال کرنے کے اقدامات ہیں۔

ایک اور تنظیم The Emek Shaveh نے بھی ان فیصلوں کی مذمت کی ہے۔ یہ تنظیم قدیم مقدس مقامات کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہے اور ان مقامات کو عوامی اثاثہ قرار دیتی ہے۔

ان تمام تر مخالف بیانات کے علی الرغم اسرائیل مغربی کنارے کو ہڑپ کرنے کے منصوبے پر کام کر رہا ہے۔

حماس کو غیر مسلح کرنے کے دعوے قبل از وقت

اسرائیل کی فلسطین دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اکتوبر 2025ء میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے جس ''امن پلان'' کا متن دیا تھا، اس پلان کو حماس نے مشروط طور پر تحفظات کے ساتھ قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس امن پلان کی ایک اہم شرط بلکہ پہلی شرط یہ تھی کہ دونوں اطراف جنگ بندی کا احترام کریں گے۔ یہ ''امن منصوبہ'' اسی صورت میں کارگر تھا جب اس پر مکمل عمل کیا جاتا۔ حماس نے جنگ بندی کی مکمل پابندی کی اور جن امور پر پیش رفت ضروری تھی وہ سب کیے۔

اسرائیل نے 7 اکتوبر کو جنگ بندی کے بعد سے اب تک مسلسل اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ وہ روزانہ غزہ میں کہیں نہ کہیں بمباری کر رہا ہے۔ فلسطینیوں کو مار رہا ہے، زخمی کر رہا ہے، اس کے علاوہ فلسطینیوں کو گرفتار اور نظر بند بھی کر رہا ہے۔

اس دوران میں حماس نے مکمل تحمل کے ساتھ ان واقعات کو شرم الشیخ معاہدے کے ضابطوں کے سامنے رکھا اور خود کو کسی بھی اقدام سے روکے رکھا۔ حماس کو غیر مسلح کرنے کے لیے اسرائیل نے غزہ سٹی فتح کرنے کا منصوبہ ناکام ہونے کے بعد شدید بمباری کی، فلسطینی عوام کا قتل عام کیا۔ حماس نے کسی طور پر کہیں جواب نہیں دیا، اس کے باوجود حماس کو غیر مسلح کرنے کے اعلانات اور مطالبات پوری شدت سے جاری ہیں۔ حماس کے سیاسی امور کے سربراہ جو غزہ سے باہر ہیں، ان سے سوال کیا گیا تو خالد مشعل نے واضح کیا کہ یہ کوشش طویل عرصے سے جاری ہے کہ حماس کو غیر مسلح کیا جائے، فلسطینی ریاست کے لیے مزاحمت ختم کی جائے اور فلسطینی آزادی کے لیے اس مزاحمت کو میدان عمل میں کسی نہ کسی طرح ختم کیا جائے تاکہ یہ میدان اسرائیل کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ معاملہ جلاوطن خالد مشعل سے کیا گیا تو انہوں نے حماس کو غیر مسلح کرنے کے دعووں کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ غیر مسلح کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسرائیل کے قبضے کو قبول کر لیا جائے اور فلسطینیوں کو ایک آسان ٹارگٹ بنا کر اس کے حوالے کر دیا جائے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔

خالد مشعل نے فروری میں دوحہ میں الجزیرہ فورم میں شرکت کی۔ انہوں نے کہا کہ بڑے عرصے سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ حماس کو غیر مسلح کر دیا جائے۔ ایسا کرنا فلسطین پر اسرائیل کے قبضے کو تسلیم کرنا ہے، جو کسی طرح بھی قبول نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ فلسطینی عوام قبضے میں رہنے پر مجبور کیے جا رہے ہیں۔ اسرائیل قابض ہے اور اس کو ہر حال میں قابض ہی کہا جائے گا۔ اس قبضے کے خلاف جدوجہد بھی قبضہ کے خاتمے تک جاری رہے گی۔ اس صورتحال میں غیر مسلح کیے جانے کا سوال ہی درست نہیں ہے، اس طرح تو فلسطینیوں کا آسانی سے خاتمہ اور بھی ممکن ہو جائے گا۔

خالد مشعل نے کہا کہ حماس کو غیر مسلح کرنے پر کوئی بھی بات کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے لازمی ہے کہ غزہ میں ایسا پرامن ماحول دیا جائے جس میں اسرائیل کے حملے بند ہوں، غزہ کی تعمیر نو ممکن ہو سکے، غزہ کے فلسطینیوں کو ہر طرح کا ریلیف دیا جائے، پابندیاں ختم کی جائیں۔ اس ماحول میں حماس اور اسرائیل کے درمیان جنگ دوبارہ شروع نہ کی جائے، یہ ایک منطقی مطالبہ ہے۔ اس میں قطر، مصر اور ترکی ثالث ہیں۔ ان ثالثوں کے ذریعے امریکہ سے بھی بات چیت ہو جو کہ ہو بھی رہی ہے۔ چناں چہ حماس کے موقف کو بھی سنا جائے۔ اس سمت میں کوشش کی جائے۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ حماس کو غیر مسلح کرنے کی باتوں کو ترک کر دیا جائے۔

حماس کے سیاسی امور کے سربراہ خالد مشعل نے گفتگو میں مزید کہا کہ امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے گزشتہ مہینے کہا تھا کہ حماس کو غیر مسلح کرنے کے لیے جامع کام کی ضرورت ہے۔ ایک کامیاب طریقے سے حماس کو غیر مسلح کرنے کے لیے بڑی اور کامیاب کوشش کی جانی چاہیے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہاں، اس کے لیے جامع کوشش کی جائے، محض یہ کہنا درست نہیں کہ حماس کو اس کے بغیر غیر مسلح کر دیا جائے۔

امریکی صدر نے حماس کے خلاف سخت اقدام کے لیے بار بار بیانات دیے تھے۔ حماس نے غیر مسلح ہونے سے صاف الفاظ میں انکار کر دیا تھا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ غزہ سے اسرائیل کا قبضہ مکمل طور پر ختم کیا جائے۔ امریکہ نے یہ کہا تھا کہ جنگ بندی کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ حماس سے اسلحہ لے لیا جائے اور اس کی جگہ ایک بین الاقوامی فورس نظام چلانے کے لیے بنائی جائے۔

ان اعلانات کے بالکل الٹ اسرائیل روزانہ کی بنیاد پر فلسطینیوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ امن معاہدے کی آڑ میں ان کی نسل کشی جاری ہے۔ جنگ بندی ہنسی یا مذاق کی طرح ایک مذاق بن چکی ہے۔ خیمہ بستیوں پر بھی اس کی طرف سے فضا سے بمباری کی جا رہی ہے۔ اسرائیل کی قابض فوج کے معاہدے میں کہا گیا تھا کہ وہ سیف زون سے پرے جائے گی۔ مغربی غزہ میں یہ سیف زون بھی فلسطینیوں کی آسان نسل کشی کا ذریعہ بن گئی ہے۔ اسرائیل کے زیر قبضہ غزہ کا نصف سے زیادہ علاقہ پر اس ییلو لائن کے ذریعے مسلسل جارحیت جاری ہے۔ اسرائیل فروری سے پہلے ان علاقوں میں 576 شہریوں کو شہید اور 1,445 کو زخمی کر چکا ہے اور ہنوز یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

خالد مشعل نے کہا کہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ حماس اور غزہ کے دیگر مزاحمتی گروپ کسی قسم کی ضمانت فراہم کریں بل کہ مسئلہ تو اسرائیل ہے جو قابض ہے۔ وہ ان گروپوں سے اسلحہ لینا چاہتا ہے، یاد رہے کہ برسوں کی مسلسل نسل کشی کے باوجود اسرائیل اس اقدام میں ناکام رہا۔ وہ حماس سے اور دیگر مزاحمتی گروپوں سے اسلحہ لے کر مختلف ملیشیا کے ہاتھوں میں دینا چاہتا ہے تاکہ یہ ملیشیا خود لڑائی کریں۔

خالد مشعل نے کہا کہ ہم نے امن آگے بڑھانے کے لیے ایک جامع تجویز دی ہے جو حماس کے فوجی ونگ کے خاتمے کے لیے ایک عملی حل دے سکتی ہے۔ اس کی ضمانت ضامن اقوام کے ذریعے دی جا سکتی ہے جن سے حماس کے گہرے تعلقات ہیں۔

خالد مشعل نے مزید کہا کہ اگر لوگ اس مقام پر واپس جانا چاہتے ہیں جہاں سے یہ تصادم شروع ہوا تھا تو یہ یاد رہے کہ سب سے بنیادی مسئلہ تو قبضہ ہے جو اسرائیل نے کر رکھا ہے۔ فلسطینی اظہارِ رائے اور آزادی کے لیے جدوجہد کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

حماس نے تجویز کیا ہے کہ پانچ، سات یا دس برسوں کے لیے پرامن ماحول پر بات ہو سکتی ہے، یہ بات چیت قبضہ کے ماحول میں ممکن نہیں ہے۔ خالد مشعل نے کہا کہ 7 اکتوبر 2023ء کو اسرائیل پر حماس کا حملہ فلسطینی جدوجہد میں ایک اہم موڑ تھا۔ اسی حملے کی وجہ سے دنیا اس بات کو جان سکی کہ فلسطینی ریاست کے قیام تک امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ''آپریشن طوفان الاقصیٰ'' اور اسرائیل کی طرف سے فلسطینیوں کی نسل کشی نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے، اب یہ سوال ہر کسی کے علم میں ہے اور دنیا اس پر بات بھی کر رہی ہے کہ اسرائیل قابض ہے، اسے جائز ریاست کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ خالد مشعل نے ان اقوام کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے کہا کہ اس مسئلے کے حل کے لیے فلسطینی ریاست کا قیام بنیادی شرط ہے اور انہوں نے فلسطین کو ریاست کے طور پر تسلیم بھی کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اب 159 ممالک فلسطین کو تسلیم کرتے ہیں، ابھی یہ کافی نہیں ہے اور بہت کام کرنا باقی ہے۔ آج اس بات پر سب کو غور کرنا ہوگا کہ فلسطینی ریاست کو ایک سچائی سمجھنا سب کے لیے ضروری ہے۔ ایک فلسطینی کے طور پر چیلنج درپیش ہے، ہمیں عربوں، مسلمانوں اور تمام عالم کی حمایت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے عرب ممالک سے بالخصوص مطالبہ کیا کہ وہ فلسطین کے لیے اپنی دفاعی پالیسی تبدیل کریں اور سفارتی حلقوں میں 'مزاحمت' کی پالیسی طے کریں۔

مڈل ایسٹ آئی: اریب اللہ

برطانیہ: ہائی کورٹ نے فلسطین ایکشن پر پابندی کو غیر قانونی قرار دے دیا

برطانیہ کی ہائی کورٹ نے ایک ماہ کی قانونی جنگ کے بعد فیصلہ سنایا ہے کہ برطانوی حکومت کی جانب سے فلسطین ایکشن (Palestine Action) پر لگائی گئی پابندی ''غیر قانونی'' ہے۔

وکٹوریہ شارپ نے عدالت کو بتایا کہ فلسطین ایکشن کو کالعدم قرار دینے کے نتیجے میں ''اظہارِ رائے کی آزادی اور اجتماع کی آزادی کے حق میں انتہائی نمایاں مداخلت ہوئی۔''

عدالتی فیصلے میں کہا گیا کہ گروپ کو کالعدم قرار دینے کا فیصلہ امتیازی تھا۔ تاہم جب تک حکومت اس فیصلے کے خلاف اپیل کرتی ہے، یہ پابندی فی الحال برقرار رہے گی۔

جسٹس شارپ نے 46 صفحات پر مشتمل فیصلے میں کہا کہ ''فلسطین ایکشن ایک ایسی تنظیم ہے جو اپنے سیاسی مقصد کو مجرمانہ کارروائیوں اور جرائم کی حوصلہ افزائی کے ذریعے فروغ دیتی ہے''، لیکن اس کے باوجود اسے کالعدم قرار دینا ''غیر متناسب'' اقدام تھا۔ فیصلے میں یہ بھی کہا گیا کہ ''فلسطین ایکشن کی سرگرمیوں کی ایک بہت ہی قلیل تعداد دہشت گردی کی قانون سازی میں بیان کردہ دہشت گردانہ کارروائیوں کے زمرے میں آتی ہے۔''

یہ فیصلہ جولائی 2025 میں لگائی گئی پابندی کی عدالتی نظرِ ثانی کے بعد آیا ہے، جسے فلسطین ایکشن کی شریک بانی ہدیٰ عموری نے چیلنج کیا تھا۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارم 'ایکس' (X) پر ایک بیان میں ہوم سیکرٹری شبانہ محمود نے کہا کہ وہ عدالت کے فیصلے سے ''مایوس'' ہیں اور کورٹ آف اپیل میں اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ شبانہ محمود نے کہا، ''عدالت نے تسلیم کیا ہے کہ فلسطین ایکشن نے دہشت گردانہ کارروائیاں کی ہیں۔ عدالت نے نتیجہ اخذ کیا کہ اس کے اقدامات جمہوری اقدار اور قانون کی حکمرانی کے مطابق نہیں ہیں''، انہوں نے مزید کہا کہ یہ پابندی ''ایک سخت اور شواہد پر مبنی فیصلہ سازی کے عمل کے بعد لگائی گئی تھی۔''

دوسری جانب ہدیٰ عموری نے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے ایک ''عظیم الشان فتح'' قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ ''یہ برطانیہ میں ہماری بنیادی آزادیوں اور فلسطینی عوام کی آزادی کی جدوجہد، دونوں کے لیے ایک بڑی جیت ہے۔ عدالت نے ایک ایسے فیصلے کو مسترد کر دیا ہے جسے حالیہ برطانوی تاریخ میں آزادیِ اظہار پر بدترین حملوں میں سے ایک کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔''

انہوں نے مزید کہا کہ اس پابندی کے نتیجے میں دہشت گردی کے قوانین کے تحت ''تقریباً 3,000 افراد کی غیر قانونی گرفتاریاں ہوئیں، جن میں پادری، سابق مجسٹریٹ اور ریٹائرڈ ڈاکٹرز شامل تھے''، جنہیں محض اس ڈائریکٹ ایکشن گروپ کی حمایت میں بینرز اٹھانے پر گرفتار کیا گیا تھا۔

انہوں نے کہا، ''حکومت کے لیے یہ انتہائی ناانصافی ہوگی کہ وہ ہائی کورٹ کے اس مجوزہ حکم کو روکنے یا اس میں تاخیر کرنے کی کوشش کرے جس کے ذریعے اس پابندی کو کالعدم قرار دیا جا رہا ہے، جب کہ ہزاروں لوگوں کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے۔''

ہیومن رائٹس واچ کی یو کے ڈائریکٹر، یاسمین احمد نے کہا کہ یہ فیصلہ ''برطانوی جمہوریت کے لیے ایک نئی زندگی ثابت ہوگا، ایک ایسے وقت میں جب اسے اس حکومت کی جانب سے اجتماع، اظہارِ رائے اور تقریر کی آزادی کے ہمارے حقوق کو مجروح کرنے کے لیے مسلسل حملوں کا سامنا ہے۔''

انہوں نے مزید کہا، ''فلسطین ایکشن'' کوئی دہشت گرد تنظیم نہیں ہے اور اسے کبھی بھی دہشت گرد تنظیم قرار نہیں دیا گیا۔''

''آج کا فیصلہ اس بات کی توثیق کرتا ہے جو ہم میں سے بہت سے لوگ شروع سے کہہ رہے ہیں کہ حکومت کی جانب سے دہشت گردی کی قانون سازی کا غلط استعمال طاقت کا ایک کھلم کھلا اور سنگین ناجائز استعمال تھا، جس کا مقصد اسرائیل اور اس کے مظالم سے منافع کمانے والوں پر جائز تنقید کو دبانا تھا۔''

ایک حقانیت کا ثبوت

زوئی روجرز، جو اگست 2024ء میں برسٹل کے قریب ایک اسرائیلی اسلحہ فیکٹری پر مبینہ چھاپے کے حوالے سے ''فلسطین ایکشن'' کے ایک جاری ٹرائل میں مدعا علیہ ہیں، نے کہا کہ سماعت کا نتیجہ ''ناقابلِ یقین'' ہے۔

روجرز نے ''مڈل ایسٹ آئی'' کو بتایا، ''یہ ان تمام لوگوں کے لیے حقانیت کا ثبوت ہے جن کے خلاف پولیس، جیلوں اور عدالتی نظام کے ذریعے دہشت گردی کے خلاف اختیارات

کا غیر منصفانہ استعمال کیا گیا، بشمول خاندانی گھروں پر پرتشدد چھاپے اور گرفتاریاں اور ان کارکنوں کو 18 ماہ تک جیل میں رکھنا جن پر کسی جرم کی سزا ثابت نہیں ہوئی تھی۔''

گزشتہ ہفتے روجرز اور ان کے پانچ شریک ملزمان کو برسٹل کے قریب اسرائیل کے سب سے بڑے اسلحہ فراہم کنندہ ''ایلبیٹ سسٹمز'' کی ملکیت والی فیکٹری میں مبینہ طور پر گھسنے کے سلسلے میں سنگین ڈکیتی (aggravated burglary) کے الزامات سے بری کر دیا گیا تھا۔ کراؤن پراسیکیوشن سروس نے بعد میں اعلان کیا کہ وہ دوبارہ ٹرائل کی استدعا کرے گی، کیوں کہ جیوری مجرمانہ نقصان (criminal damage) اور پرتشدد ہنگامہ آرائی کے الزامات پر کسی فیصلے تک پہنچنے میں ناکام رہی تھی۔

ایک مدعا علیہ کو پولیس افسر پر ہتھوڑے سے حملہ کرنے کے الزام میں ''شدید جسمانی نقصان پہنچانے کی نیت'' کے اضافی چارج کا بھی سامنا ہے۔

روجرز نے کہا کہ بریت کے ان فیصلوں نے ''پابندی کے اس ڈرامے کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے۔''

''فلسطین ایکشن'' پر پابندی جولائی 2025ء میں لگائی گئی تھی، جس کے تحت برطانیہ کے دہشت گردی کے قوانین کے تحت گروپ کی رکنیت اور عوامی حمایت کو 14 سال تک قید کی سزا کے قابل بنا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سے برطانیہ بھر میں خاموش احتجاجی مظاہروں کے دوران گروپ کی حمایت میں بینرز اٹھانے پر ہزاروں افراد کو دہشت گردی کے الزامات میں گرفتار کیا جا چکا ہے۔

مہم جو گروپ ''ڈیفینڈ آور جیوریز'' (Defend our Juries) نے ایک بیان میں کہا ہے کہ 2,787 افراد کی گرفتاریاں اب غیر قانونی تصور کی جائیں گی، اسی طرح ان دیگر سات افراد کی گرفتاریاں بھی غیر قانونی ہوں گی جن پر پابندی ختم کرنے کی مہم کے سلسلے میں زوم (Zoom) کالز پر خطاب کرنے کی وجہ سے دہشت گردی کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔

دسمبر میں شائع ہونے والے ہوم آفس کے اعداد و شمار سے انکشاف ہوا کہ ستمبر 2025ء کو ختم ہونے والے سال میں، اس سے پچھلے سال کے مقابلے میں دہشت گردی کی گرفتاریوں میں 660 فیصد اضافہ ہوا۔ ان میں سے 86 فیصد گرفتاریاں ''فلسطین ایکشن'' (Palestine Action) کی حمایت سے منسلک تھیں۔ اس رپورٹ میں فلسطین ایکشن کی گرفتاریوں کی وجہ سے ایک ''آبادیاتی تبدیلی'' (demographic shift) کو بھی نوٹ کیا گیا، جس میں اس گروپ سے وابستہ افراد کی اوسط عمر 57 سال تھی، جب کہ دیگر کیسز میں یہ اوسط عمر 30 سال تھی۔

سابق سرکاری وکیل ٹم کراس لینڈ نے ''نووارا میڈیا'' کو بتایا کہ پولیس فورسز کو ''ہزاروں قانونی دعوؤں'' کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ کراس لینڈ نے کہا، ''بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر بنیادی حکم (آرڈر) غیر قانونی ہے تو اس حکم کی بنیاد پر ہونے والی کوئی بھی گرفتاری، چھاپہ یا مقدمہ بھی غیر قانونی ہے۔''

انہوں نے مزید کہا، ''یہ اثر ابھی فوراً شروع نہیں ہوگا کیوں کہ حکم کو ابھی باقاعدہ طور پر کالعدم نہیں کیا گیا۔ لیکن بالآخر اگر ہائی کورٹ کا فیصلہ برقرار رہتا ہے اور اسے تبدیل نہیں جاتا، تو اصولی طور پر پولیس اور شاید ہوم آفس کے خلاف غیر قانونی گرفتاریوں کے ہزاروں قانونی دعوے بنتے ہیں۔"

بیرسٹر آڈری چیریل موگن کا کہنا ہے کہ اس پابندی کے ختم ہونے سے فلسطین ایکشن سے منسلک کارکنوں کے جاری مجرمانہ مقدمات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، جن میں 'ایلبیٹ سسٹمز' کے پلانٹ پر چھاپے اور 'آر اے ایف برائز نورٹن' ایئر بیس میں داخل ہونے کے الزامات کا سامنا کرنے والے مدعا علیہان شامل ہیں۔ موگن نے 'ایم ای ای' (MEE) کو بتایا، ''اس اپیل کے ذریعے وہ فوجداری عدالتوں میں صرف ان 3,000 بزرگ خواتین کے کیسز چلا رہے ہیں جو پلے کارڈز تھامے دہشت گردی کے الزامات کے تحت ٹرائل کا انتظار کر رہی ہیں۔''

انہوں نے مزید کہا، ''انہیں ٹیکس دہندگان کو یہ وضاحت دینی ہوگی کہ وہ پلے کارڈز اٹھانے والی 3,000 بزرگ خواتین کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں۔'' جنوری میں ''ڈیفینڈ آور جیوریز'' کی جانب سے معلومات تک رسائی (FOI) کے تحت حاصل کردہ انکشافات کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ صرف لندن میں ''لفٹ دی بین'' (پابندی ہٹاؤ) کے احتجاج کی نگرانی پر میٹروپولیٹن پولیس کے 8 ملین پاؤنڈ خرچ ہوئے۔

عدالت کے باہر مظاہرین نے فلسطین ایکشن کی حمایت میں بینرز اٹھا رکھے تھے، لیکن پولیس کی بھاری نفری کے باوجود اس بار کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ میٹروپولیٹن پولیس نے ایک بیان میں کہا کہ وہ ''تسلیم کرتے ہیں کہ یہ غیر معمولی حالات ہیں'' اور مزید کہا کہ وہ ان جرائم کے ثبوت اکٹھے کرنے پر توجہ دیں گے جہاں گروپ کی حمایت کا اظہار کیا جا رہا ہو تا کہ ''بعد کی تاریخ میں کارروائی کے مواقع فراہم کیے جا سکیں۔'' عدالتی فیصلے کے بعد ''ڈیفینڈ آور جیوریز'' کے ترجمان نے کہا، ''ہزاروں باضمیر لوگوں نے دیکھا کہ احتجاج کو دہشت گردی قرار دینا آمریت کے ہتھکنڈوں میں سے ایک تھا۔ ہم سب نے مل کر بڑے ذاتی خطرات مول لے کر کارروائی کی، ایک دوسرے کی ہمت سے متاثر ہو کر سب نے کام کیا۔ ہم نے 'ہم تعمیل نہیں کرتے' کہہ کر اس پابندی کو ناقابلِ نفاذ بنانے میں مدد کی۔''

حکومت نے فلسطین ایکشن کو ان واقعات کے چند دن بعد کالعدم قرار دیا تھا جب غزہ میں اسرائیل کی نسل کشی کے خلاف احتجاج کرنے والے کارکن جنوبی انگلینڈ کے ایک فضائی اڈے میں داخل ہوئے تھے اور طیاروں کو پینٹ اور لوہے کی سلاخوں (crowbars) سے نشانہ بنایا تھا۔ فلسطین ایکشن کا الزام تھا کہ یہ طیارے جنگی مدد کے لیے استعمال کیے جا رہے تھے۔ برطانوی حکومت نے دعویٰ کیا کہ اس واقعے سے دو طیاروں کو تخمیناً 7 ملین پاؤنڈ (3.9 ملین ڈالر) کا نقصان پہنچا۔

عدالت میں جمع کرائے گئے تحریری بیانات میں ہوم آفس نے دلیل دی کہ ''کارروائیاں دہشت گردی کے زمرے میں آ سکتی ہیں اگر ان میں جائیداد کو شدید نقصان پہنچایا جائے، چاہے اس میں کسی شخص کے خلاف تشدد یا جان کو خطرہ شامل نہ ہو۔'' حکومتی بیانات میں یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ ''کالعدم تنظیموں کو تشہیر کی آکسیجن اور مالی مدد سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

دوسری جانب، ہوم آفس کی وکیل نتاشا بارنس نے بحث کی کہ اس پابندی نے ''لوگوں کو فلسطینی عوام کے حق میں یا غزہ میں اسرائیل کی کارروائیوں کے خلاف احتجاج کرنے سے نہیں روکا۔''

سیاسی تشدد کے سابق سرکاری مشیر لارڈ والنی نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ وہ 'کرائم اینڈ پولیسنگ بل' میں ترمیم کے ذریعے ''انتہائی مجرمانہ احتجاجی گروپ'' (Extreme Criminal Protest Group) کے نام سے ایک نئی کیٹیگری بنانے کی تجویز دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سے حکومت کے لیے ان گروپس پر پابندی لگانا آسان ہو جائے گا جو دہشت گردوں کی تعریف پر پورا نہیں اترتے۔

خصوصی رپورٹ: لمیس تغرید

غزہ: بصارت سے محروم افراد پر اسرائیلی پابندیاں

غزہ کی پٹی میں نسل کشی کے آغاز سے قبل، نابینا یا کمزور بصارت والے افراد کے لیے کام کرنے والے خصوصی ادارے، محاصرے کی سختیوں کے باوجود فعال تھے۔

فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کی ایجنسی (UNRWA) بصارت سے محروم افراد کے لیے بحالی کا ایک مرکز چلا رہی تھی، جہاں 8 سے 12 سال کی عمر کے بچوں کو مختلف پروگرام فراہم کیے جاتے تھے۔

انروا (UNRWA) کا یہ بحالی مرکز بریل مشینیں (braille machines)، سفید چھڑیاں، بصری امدادی آلات اور کھیل و موسیقی جیسی تفریحی سرگرمیاں بھی فراہم کرتا تھا۔

وسطی غزہ کے علاقے الزہراء میں واقع ایک دوسرا سرکاری اسکول نابینا یا محدود بصارت والے افراد کو مڈل اور سیکنڈری تعلیم فراہم کرتا تھا۔

غزہ کی اسلامک یونیورسٹی بھی نابینا طلباء کی سرپرستی کرتی تھی۔

یونیورسٹی ان طلباء کو قابلِ رسائی سہولیات، خصوصی تکنیکی آلات، وقف عملہ اور شمولیت کا ایک موزوں نظام فراہم کرتی تھی۔

احمد ابوالجدیان، جو مکمل طور پر نابینا ہیں اور اس تحریر کے مصنف کے قریبی دوست ہیں، انہوں نے اسلامک یونیورسٹی میں انگریزی کے طالب علم کی حیثیت سے کئی کورسز میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

ابوالجدیان نے کہا، ''اسلامک یونیورسٹی وہ شعلہ تھی جس نے ہمارے دلوں کو روشنی کی طرف رہنمائی فراہم کی۔''

نومبر 2021 میں، اپنی گریجویشن سے چند ماہ قبل، ابوالجدیان ایک ڈرامہ لکھنے میں کامیاب ہوئے اور اپنے دیگر ہم جماعتوں کے ساتھ اسے یونیورسٹی میں ایک بڑے مجمع کے سامنے پیش کیا۔

2022 میں گریجویشن مکمل کرنے کے بعد، ابوالجدیان نے ڈیجیٹل ایڈووکیسی (digital advocacy) میں بطور فری لانس مواد نگار (content writer) کام شروع کیا۔

درہم برہم زندگیاں

اکتوبر 2023 میں، ابوالجدیان کی زندگی اس وقت درہم برہم ہوگئی جب انہیں اور ان کے خاندان کو شمالی غزہ میں جبالیہ پناہ گزین کیمپ میں اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور وہ وسطی غزہ کی پٹی کے علاقے دیر البلح میں ایک خیمے میں منتقل ہوگئے۔

مئی 2024 میں، ابوالجدیان کو وہ خبر ملی جس کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ وہ اسے ''برداشت نہیں کر سکتے'' تھے، ان کا گھر تباہ ہو چکا تھا۔

ایک نابینا شخص ہونے کے ناطے، ابوالجدیان کو خوراک کی امداد اور ادویات حاصل کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو انہیں نسل کشی سے پہلے دستیاب تھیں۔ نقل مکانی اور ان خصوصی مراکز سے رابطہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے، جو پہلے ان کی مدد کرتے تھے، وہ بے یار و مددگار ہوگئے۔

ابوالجدیان اپنا کام بھی جاری نہ رکھ سکے کیونکہ خیمے میں انٹرنیٹ کا کنکشن نہ ہونے کے برابر تھا، اور وہ جبالیہ میں اپنے گھر میں اپنا لیپ ٹاپ بھی کھو چکے تھے۔

ابوالجدیان نے کہا، ''اب جنگ بندی کے دوران بھی زندگی اپنی معنویت کھو چکی ہے،'' انہوں نے مزید کہا کہ اکتوبر کی جنگ بندی ایک ''کمزور'' معاہدہ ہے۔

صرف ابوالجدیان کی زندگی ہی درہم برہم نہیں ہوئی، بلکہ غزہ میں نسل کشی سے پہلے موجود ان 10,000 افراد کی زندگیاں بھی ایسی ہی صورتحال کا شکار ہیں جو نابینا ہیں یا بصارت

کی کمزوری کا شکار ہیں۔

الیکٹرانک انتفاضہ نے نابینا یا کمزور بصارت والے افراد کی امداد کرنے والے ادارے ''غزہ فورم ایسوسی ایشن فار دی ویژولی امپیئرڈ'' کے ڈائریکٹر علی طعمہ کا انٹرویو کیا۔

طعمہ نے بتایا، ''اس جنگ کے دوران بصارت سے محروم بہت سے لوگ ہلاک ہوئے، جبکہ کچھ دوہری معذوری کا شکار ہوگئے، یعنی بصارت کے ساتھ ساتھ جسمانی معذوری۔ بہت سے دوسرے اب بھی قید ہیں اور قابض افواج کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں۔''

طعمہ نے کہا کہ فی الوقت غزہ میں نابینا افراد کی بحالی کا ایک بھی مرکز موجود نہیں ہے۔

نسل کشی کے ابتدائی دنوں میں اسرائیل نے غزہ کی اسلامک یونیورسٹی پر بمباری کی اور بعد ازاں فروری 2024 میں UNRWA (اونروا) کے بحالی کے مرکز کو بھی ناکارہ بنا دیا۔

طعمہ کے مطابق، اسرائیل نے نابینا افراد کے سکولوں اور اداروں کو بھی ملیا میٹ کر دیا، بشمول اس عمارت کے جہاں طعمہ کی ایسوسی ایشن قائم تھی۔

اپریل میں، طعمہ نے نسل کشی کے دوران نابینا افراد کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لیے ایک مطالعہ کیا، جس میں خوراک اور پانی تک رسائی سے لے کر امدادی آلات اور نقل مکانی کے دوران نقل وحرکت تک کے مسائل شامل تھے۔

طعمہ نے جولائی میں سامنے آنے والے نتائج کے بارے میں کہا، ''نتائج بہت تلخ اور ناقابلِ فہم تھے۔''

اس سروے میں 450 سے زائد ایسے افراد نے حصہ لیا جو نابینا ہیں یا بصارت کی کمزوری کا شکار ہیں۔

نسل کشی کے دوران نابینا افراد کو درپیش چیلنجز میں گھروں سے محرومی، اسرائیلی نقل مکانی کے احکامات پر عمل کرنے کی جدوجہد اور بار بار ایک خیمے سے دوسرے خیمے میں منتقلی شامل تھی، جہاں ہر بار انہیں خیمے کے نقشے کو نئے سرے سے سیکھنا اور یاد کرنا پڑتا تھا۔

طعمہ نے بتایا، ''کچھ نابینا افراد کم از کم 15 بار دربدر ہوئے، اور ہر بار وہ نئی جگہ سے مانوس ہونے کی کوشش کرتے رہے۔''

طعمہ نے مزید کہا، ''بصارت سے محروم خواتین کو مردوں کے مقابلے میں زیادہ مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے، جیسے کہ طبی سامان کا انتظام، ذاتی صفائی، اپنی نجی زندگی، واش روم کا استعمال اور اپنی پرائیویسی کو یقینی بنانا۔''

نابینا افراد بمباری کی آوازیں سن کر مسلسل خوف کے عالم میں رہتے تھے، ان کی تعلیم منقطع ہوگئی، طبی علاج تک رسائی ختم ہوگئی اور انہیں فاقہ کشی کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ امدادی مراکز تک پہنچنا اکثر ان کے لیے ناممکن تھا۔

''غزہ ہیومینیٹیرین فاؤنڈیشن'' جو کہ ایک امریکی۔اسرائیلی عسکری امدادی منصوبہ ہے، نے اپنے امدادی مراکز پہلے ہی ایسے مقامات پر رکھے تھے جو نابینا یا کمزور بصارت والے افراد کی پہنچ سے باہر تھے۔

محمد مہانی، جو آنکھوں کی ایک بیماری میں مبتلا ہیں، نے کہا کہ وہ ''اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ بھوک سے مر سکتے تھے۔''

23 سالہ مہانی کو اکتوبر 2023 میں جبالیہ پناہ گزین کیمپ سے دیر البلح منتقل ہونے پر مجبور کیا گیا تھا۔

اگست 2024 میں، مہانی نے دیر البلح کی مارکیٹ میں ایک پھیری والے کے طور پر کام کرنا شروع کیا، جہاں وہ شناختی کارڈ کے کور، بیگ اور بٹوے بیچتے ہیں تا کہ معمولی آمدنی حاصل کر کے اپنے خاندان کی ضروریات پوری کر سکیں۔

مہانی نے کہا، ''میں نے اپنے خاندان کو زندہ رکھنے کے لیے خود کو کام کرنے پر مجبور کیا۔ ہمیں کوئی مدد حاصل نہیں تھی۔ ہمیں اب بھی مشکلات کا سامنا ہے، نہ کوئی مالی امداد ہے اور نہ ہی روزگار کا موقع۔''

کوئی مداخلت نہیں

غزہ میں وزارتِ صحت نے ستمبر میں رپورٹ دی کہ اکتوبر 2023ء سے اب تک، غزہ میں جنگ شروع ہونے سے پہلے موجود 10,000 نابینا یا کمزور بصارت والے افراد میں مزید 1,500 سے زائد افراد کا اضافہ ہوا ہے۔

چونکہ اسرائیل اب بھی آنکھوں کے قطروں (آئی ڈراپس) اور علاج کی اشیاء کی آمد کو روک رہا ہے، اس لیے تقریباً 4,500 افراد آنکھوں کی بیماریوں کے خطرے سے دوچار تھے، جبکہ مئی میں یہ تعداد 4,000 تھی۔

یہ اضافہ ان معلومات کے عین مطابق ہے جو نابینا افراد کی ایسوسی ایشن کے ڈائریکٹر طعمہ کو مختلف ڈاکٹروں سے موصول ہوئیں۔ ڈاکٹروں نے انہیں بتایا کہ آنکھوں کے پہلے سے موجود امراض میں مبتلا کچھ لوگ جراحی کے مناسب آلات اور علاج کی کمی کی وجہ سے اپنی بینائی کھو چکے ہیں، جبکہ دیگر کی بصارت مزید بگڑ گئی ہے۔

طعمہ کو نابینا افراد کی جانب سے آنکھوں کے قطروں اور مختلف بیماریوں کے علاج کے لیے متعدد التجائیں بھی موصول ہوئی ہیں۔

25 سالہ جہاد الشقرا کو کالا موتیا (Glaucoma) ہے، یہ آنکھوں کی وہ حالت ہے جس نے 5 سال کی عمر میں الشقرا کے بصری اعصاب (optic nerves) کو نقصان پہنچایا تھا، جس کے نتیجے میں وہ مکمل طور پر بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔

فروری 2024 میں مشرقی خان یونس میں ان کا گھر بمباری کا نشانہ بننے کے بعد سے، الشقرا جنوبی غزہ میں خان یونس کے مغرب میں واقع المواصی کے علاقے میں ایک خیمے میں رہ رہے ہیں۔

انہوں نے کہا، ''مجھے جنگ اور جنگ بندی کے درمیان کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔ ہماری تکلیف ختم نہیں ہوئی ہے۔''

انہوں نے کالے موتیا کی وجہ سے ہونے والے شدید بصری اعصابی درد کا ذکر کرتے ہوئے کہا، ''میری آنکھوں میں درد ناقابل برداشت ہے۔'' غزہ میں تقریباً 4,000 مریض اس درد اور کیفیت کا شکار ہیں جنہیں ضروری علاج کی کمی کی وجہ سے اپنی بینائی (جو تھوڑی بہت باقی ہے) کھونے کا شدید خطرہ لاحق ہے۔

الشقرا نے بتایا، ''جنگ شروع ہونے کے بعد سے اب تک بالکل بھی دوا میسر نہیں ہے۔''

طعمہ اور ان کی ایسوسی ایشن آنکھوں کے امراض میں مبتلا افراد کو ضروری علاج فراہم کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ اسرائیل بنیادی ادویات کی آمد میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے۔

طعمہ نے کہا، ''نابینا افراد کی زندگی سے متعلق ہر چیز ملبے کا ڈھیر بن چکی ہے۔ یہاں نہ تربیت ہے، نہ بحالی، نہ تعلیم، نہ روزگار، نہ معاون آلات اور ادویات کی بھی شدید قلت ہے۔''

''ہم مقامی اور عالمی برادری کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے اداروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ عام طور پر معذور افراد اور خاص طور پر بصارت سے محروم افراد کی مدد کے لیے سنجیدہ اقدامات کریں۔''

منظر نامہ: ابوالعین

جنگ بندی؟ مزید قتل عام، مسلسل نسل کشی

آج کی دنیا طاقت اور قوت کے بھرپور لیکن اندھے استعمال کی ہی دنیا ہے۔ امریکہ ایک ملک کے حکمران کو کرپشن اور قوت کے استعمال سے اٹھا لے جا سکتا ہے تو نہتے، بے بس اور غیر مسلح فلسطینیوں پر اسرائیل کی طرف سے حملوں کا جاری رہنا اور روزانہ کی بنیاد پر ان کا مارے جانا اسی دنیاوی طاقت کے بے محابہ استعمال کا شاخسانہ ہے۔

غزہ میں 15 اکتوبر 2025ء کو فائر بندی کا اعلان ہوا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ضامن امریکہ تھا۔ اس تاریخ سے گنتی شمار کی جائے کہ اسرائیل نے کتنی بار اس جنگ بندی، فائر بندی یا سیز فائر کی خلاف ورزی کی تو جواب ملے گا ''روزانہ۔''

ان دنوں میں حماس نے کتنے دن اپنی ہی سرزمین پر امریکہ اور یورپ کے مطابق ''دہشت گردی'' کی تو جواب آئے گا ''ایک دن بھی نہیں۔''

انہی دنوں میں حساب لگایا جائے کہ حماس نے اس کے پاس اسلحہ کتنے دن استعمال کیا تو جواب ہوگا ''بالکل بھی نہیں۔''

15 اکتوبر 2025ء کے بعد 10 نومبر 2025ء تک یعنی پہلے ایک مہینے میں اسرائیل نے غزہ میں جنگ بندی کی خلاف ورزی کی تو دن کم پڑ جائیں گے اور خلاف ورزیاں بڑھ جائیں گی۔ اگر 15 اکتوبر 2025ء سے 4 فروری 2026ء تک اسرائیل نے 20 ہزار بار خلاف ورزی کی۔ یہ خلاف ورزی فضاء، زمین اور سمندر سے جاری رہی۔ ان خلاف ورزیوں کے لیے امریکہ کے F-35 جیسے جدید ترین جہاز استعمال کیے گئے۔

اسرائیل نے ان دنوں میں نہتے شہریوں پر 352 مرتبہ حملے کیے، رہائشی عمارات کو نشانہ بنایا۔ سیکولر لائن کے پار آبادیوں پر 73 بار حملے کیے۔ غزہ وار زون میں 904 مرتبہ شیل فائر کیے۔ اسرائیلی فوج نے بمباری کر کے 221 رہائشی جائیدادوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اسرائیل نے 50 فلسطینی غزہ کے مختلف حصوں سے پکڑ کر نظر بند کر دیے۔

جنگ بندی کے مقاصد

جب مصر کے شہر شرم الشیخ میں ڈونلڈ ٹرمپ کے 20 نکاتی منصوبے پر عمل درآمد کے مراحل پر مذاکرات ہو رہے تھے تو ایک طرف حماس تھی اور دوسری طرف امریکہ و اسرائیل کی قیادت میں ساری دنیا تھی۔ اس دنیا میں مسلم و غیر مسلم سب شامل تھے۔ عمل درآمد کے اس

مرحلے کے لیے درج ذیل امور یا شرائط طے کی گئیں:

اسرائیل اور حماس میں جنگ بندی کی جائے گی۔

غزہ میں خوراک اور امداد پر اسرائیل نے جو پابندیاں زبردستی لگا رکھی ہیں وہ ناکہ بندی ختم کردی جائے گی تاکہ غذا اور خوراک غزہ میں داخل ہو سکے۔

حماس عام اسرائیلی یرغمالی جن کی تعداد فوت شدگان سمیت 24 ہے، اسرائیل کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اسرائیل کی جیلوں اور نظر بندی کیمپوں میں بند فلسطینی شہریوں میں سے 2000 کو رہا کر دیا جائے گا۔

اسرائیلی فوج یلیو لائن سے پرے چلی جائے گی۔

ان مذاکرات کے درمیان میں ثالث کا کردار ادا کرنے والے ممالک میں مصر، قطر اور ترکی شامل تھے۔ جب کہ 13 اکتوبر کو کئی ممالک کے نمائندے ''غزہ جنگ بندی معاہدہ'' پر دستخط کی تقریب میں شریک ہوئے۔ اس تقریب میں امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ بھی شریک تھے۔

دستخط کی تقریب میں اسرائیل اور حماس کے نمائندے غیر حاضر رہے۔ ان کی غیر حاضری معنی خیز بھی تھی اور اہم بھی تھی۔ تب ہی کہا گیا تھا کہ یہ غیر حاضری بے معنی نہیں ہے۔ اس پر یہ بھی کہا گیا کہ اسرائیل 18 سال سے غزہ کی ناکہ بندی کبھی ترک نہیں کرے گا۔

اس موقع پر اسرائیل نے دعویٰ کیا کہ وہ کسی بھی صورت فلسطینی ریاست بننے نہیں دے گا۔ اس دوران میں امریکہ نے پہلے سے وسیع پیمانے پر اسرائیل کو اسلحہ اور گولہ بارود کی ترسیل جاری رکھی۔ اس نے غزہ میں نسل پرستی کی حمایت میں اسرائیل کی سفارتی حمایت بھی جاری رکھی۔ امریکہ کے صدر غزہ کے مستقبل کے بارے میں بے سروپا اور مبہم بیانات جاری کرتے رہے۔

غزہ پر حملے:

الجزیرہ کے تجزیے کے مطابق اسرائیل نے جنگ بندی کے حالیہ 123 دنوں میں سے 106 دن حملے جاری رکھے۔ گویا صرف 17 دن ایسے تھے جس میں غزہ پر حملہ نہیں کیے گئے۔ ان حملوں کے باوجود امریکہ کا اصرار رہا کہ جنگ بندی پر مکمل عمل درآمد کیا گیا ہے۔

فلسطینی قتل عام والی جنگ بندی 15 اکتوبر کو شروع ہوئی تھی۔ اس دن سے اب تک اسرائیل نے فلسطینی وزارت صحت کے اعداد و شمار کے مطابق 581 فلسطینی شہید کیے ہیں۔ 19 اکتوبر اور 29 اکتوبر قتل عام کے اعتبار سے بدترین دن ثابت ہوئے ان دونوں دن اسرائیل نے 154 فلسطینی شہید کر دیے۔

19 اکتوبر کو الزام لگایا گیا کہ حماس نے جنگ بندی کی خلاف ورزی کی ہے اور 2 اسرائیلی فوجیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اسرائیل کے مطابق واقعہ رفاہ میں رونما ہوا۔ اسے بنیاد بنا کر قابض فوج نے 45 فلسطینی کسی بھی تحقیقات کے بغیر شہید کر دیے۔ اس کے لیے جیٹ طیاروں سے فضائی حملہ کیا گیا۔

حماس کے فوجی ونگ القسام بریگیڈ نے دنیا کو یاد دلایا کہ رفاہ اسرائیلی فوج کے کنٹرول میں ہے وہاں فلسطینی جنگجوؤں کا عام آبادی سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔

پھر 29 اکتوبر کو اسرائیل نے 52 بچوں سمیت 109 فلسطینی شہید کر دیے، کہا گیا کہ پھر رفاہ کے علاقے میں ایک اسرائیلی فوجی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ صدر ٹرمپ نے کہا کہ ایک فوجی کے مارے جانے پر اسرائیلی فوج نے جوابی حملہ کیا ہے اور ان کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ انہوں نے اسے اسرائیلی فوج کی طرف سے ''جائز انتقام'' قرار دیا۔

22 نومبر کو اسرائیل نے ڈرون کے ساتھ شمالی اور وسطی غزہ پر حملہ کیا، جس میں 22 فلسطینی شہید کر دیے گئے۔ درجنوں زخمی بھی ہوئے۔

امداد پر پابندی جاری:

جنگ بندی کے معاہدے پر عمل درآمد کی ایک اہم اور بڑی شرط یہ تھی کہ غزہ میں امداد اور خوراک روکی نہیں جائے گی۔ کہا گیا تھا کہ غزہ میں امداد کی آمد اور ترسیل روکی نہیں جائے گی۔ عملی طور پر صورت حال بالکل مختلف رہی۔ 15 اکتوبر 2025ء سے 4 فروری 2026ء تک صرف 29,603 ٹرک غزہ داخل ہونے دیے گئے جب کہ اس مدت میں 69,000 ٹرکوں کو سامان لے کر غزہ میں جانے دینا تھا۔

ٹرک ڈرائیوروں کا کہنا ہے کہ جن کو غزہ داخل ہونے دیا گیا، انہیں جگہ جگہ کئی دنوں کے لیے روکا گیا اور روکنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی جاتی رہی۔ اس سامان میں سے غذائی اجناس اور خوراک کا حصہ بننے والی اشیاء نکال لی گئیں۔ ان میں گوشت، ڈیری کی اشیاء اور سبزیاں شامل تھیں۔ گویا خوراک کو متوازن بنانے والی اشیاء روک لی گئیں جب کہ غیر ضروری اشیاء داخل کر دی گئیں۔ سنیکس، چاکلیٹ اور سافٹ ڈرنکس اندر جانے دی گئیں۔

حماس سے رہائی:

معاہدے کے مطابق حماس نے 13 اکتوبر کو اسرائیل کے سارے 24 یرغمالی رہا کر دیے۔ اس کے بدلے میں 250 فلسطینی رہا کر دیے گئے۔ ان کو لمبی مدت کے لیے سزائیں سنا کر اسرائیل کی مختلف جیلوں میں بند کر دیا گیا تھا۔ 7 اکتوبر 2023ء کے بعد گرفتار ہونے والے فلسطینیوں میں سے 1700 رہا کر دیے گئے۔

یہ وہ مختصر تفصیل ہے جس میں اسرائیل نے جنگ بندی کا حشر کیا، اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

خصوصی رپورٹ: الیکس میٹوف

میں نے غزہ کی وجہ سے ڈیل (Dell) سے استعفٰی کیوں دیا؟

کچھ ماہ قبل، میں نے ڈیل ٹیکنالوجیز (Dell Technologies) میں سینئر سپورٹ ٹیکنیشن کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا کیونکہ میں نے ایک ایسی کارپوریشن کو اپنی محنت بیچنے سے انکار کر دیا تھا جو فلسطینیوں کی اسرائیلی نسل کشی میں برابر کی شریک ہے۔ اب جب کہ میں اپنی نئی زندگی میں قدم جما چکا ہوں، میں اپنی کہانی سنانا چاہتا ہوں۔

جب میں نے دیکھا کہ دیگر ٹیک کمپنیوں کے ملازمین اسرائیل کے جرائم میں ملوث ہونے کے خلاف ''ورکر انتفاضہ'' (ملازمین کی تحریک) کے طور پر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، تو مجھے محسوس ہوا کہ مجھے بھی قدم اٹھانا چاہیے۔ فلسطینی قیادت میں چلنے والی بی ڈی ایس (BDS) تحریک کے مطابق، ''اسلحہ ساز اداروں کے بعد، ٹیکنالوجی کا شعبہ غالباً دوسرا بڑا شعبہ ہے جو اسرائیل کی جاری نسل کشی میں شریک ہے۔''

ڈیل طویل عرصے سے اسرائیلی نسل پرستی (Apartheid) کا ایک اہم آلہ رہا ہے۔ لیکن جیسا کہ عمر زحزاح نے گزشتہ سال ''دی الیکٹرانک انتفاضہ'' کے لیے رپورٹ کیا تھا، اس کمپنی کی شراکت داری پہلے سے معلوم حقائق سے کہیں زیادہ گہری ہے، خاص طور پر غزہ میں اسرائیل کی مصنوعی ذہانت (AI) سے لیس نسل کشی کے لیے ٹیکنالوجی فراہم کرنے کے حوالے سے۔

میں نابینا ہوں، جس کی وجہ سے ملازمت تلاش کرنا میرے لیے مشکل رہا ہے، اس لیے میں بہت شکر گزار تھا جب ڈیل (Dell) نے چار سال پہلے مجھے نوکری دی۔ مجھے دنیا بھر کے صارفین کی مدد کرنے کا اپنا کام پسند تھا۔ لیکن میں سیاسی طور پر لاعلم تھا، خاص طور پر فلسطین کے معاملے میں۔

یہ صورتحال 7 اکتوبر 2023ء کے بعد بدل گئی، جب ''الاقصیٰ فلڈ'' آپریشن نے میرے وہم وگمان کو ہلا کر رکھ دیا۔ جیسے جیسے ہولناک نسل کشی سامنے آنے لگی، میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ آخر کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے۔

میں نے سننا اور پڑھنا شروع کیا۔ فلسطینیوں اور صیہونیت مخالف سوچ کے خلاف جس شدید نفرت کا مجھے سامنا کرنا پڑا، اس نے سچائی جاننے کے میرے تجسس اور عزم کو مزید پختہ کر دیا۔

ہندرجب کی آخری فون کال مجھے آج بھی تڑپاتی ہے۔اس چھوٹی بچی کی بچاؤ کے لیے التجا اور فون لائن پر گولیوں کی آوازیں میرا دل چیر دیتی ہیں۔ نام نہاد ''غزہ ہیومینیٹیرین فاؤنڈیشن'' کے مقامات سے آنے والی آڈیو کسی جہنم کی آواز لگتی تھی:

چیخیں، گولیاں اور افراتفری۔

یہ کبھی امدادی مراکز نہیں تھے بلکہ فوجی موت کے جال تھے۔

رپورٹس کے مطابق اسرائیل نے ان مقامات پر آبادی پر قابو پانے کے پروٹوکول کو بچوں کے ایک کھیل کے نام پر ''آپریشن سالٹڈ فش'' (Operation Salted Fish) کا نام دیا۔ حقیقت ایک بھیانک مذاق میں بدل چکی ہے۔ افسانوی ڈرامے ''اسکوڈ گیم'' (Squid Game) نے سرمایہ کاری کے بارے میں جو انتباہ دیا تھا، وہ غزہ میں ایک حقیقی پالیسی بن چکا ہے:

انسانی تکلیف کو اسٹیج کیا جاتا ہے اور اسرائیلی عوام اور دنیا بھر میں ان کے حامی اسے درست قرار دیتے ہوئے اس کا جشن مناتے ہیں۔

اب، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اپنے پرفریب ''بورڈ آف پیس'' (Board of Peace) کے سائے میں نسل کشی کی مزید ہولناک تکنیکوں کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ ٹیکنالوجی اور بائیومیٹرک کنٹرول یقیناً ان سازشوں کا مرکز ہوں گے۔

7 اکتوبر کے بعد، میں نے امریکی جیلوں کے نظام، پولیسنگ، نگرانی اور اسرائیل کے نسل پرستی کے نظام کے درمیان گہرے روابط کو سمجھنا شروع کیا۔ میں نے سیکھا کہ کس طرح یہ سلطنت اپنی مہلک ٹیکنالوجیز برآمد کرتی ہے۔ جب مجھے احساس ہوا کہ امریکی سرمایہ کس طرح اسرائیلی تشدد کو سہارا دیتا ہے، تو میرے لیے سیاسی لاتعلقی کے سکون میں رہنا ناممکن ہوگیا۔

اس نئے علم کے ساتھ، مجھے ایک کمیونٹی کی ضرورت محسوس ہوئی اور میں نے اسے ''جیوش وائس فار پیس'' (Jewish Voice for Peace) میں پایا، اگرچہ میں خود یہودی نہیں ہوں۔

جیسے جیسے نسل کشی میں شدت آئی اور امریکہ کے اندر جبر بڑھا، یہ واضح ہوگیا کہ ڈیل (Dell) کے لیے کام جاری رکھنا میرے ضمیر کے منافی ہے۔ امریکی حکومت کھلے عام اسرائیل کے قتلِ عام کی مالی معاونت کر رہی ہے جب کہ ملک کے اندر اختلافِ رائے کو جرم قرار دے رہی ہے۔ آئی سی ای (ICE) کمیونٹیز کو ہراساں کر رہی ہے اور وفاقی ایجنٹ اب سرِ عام کیمرے کے سامنے امریکی شہریوں کو قتل کر رہے ہیں تا کہ ہم سب کو یہ پیغام دیا جاسکے کہ مزاحمت بے سود ہے۔

کارکنوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، تارکینِ وطن کو غائب کیا جا رہا ہے اور کسی بھی قسم کے احتجاج کو ''داخلی دہشت گردی'' کا نام دیا جا رہا ہے۔ وہ پالیسیاں جن کی امریکہ طویل عرصے سے اسرائیل میں مالی مدد کرتا رہا ہے یا خود دوسرے ممالک میں ان پر عمل کرتا رہا ہے، اب پہلے سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ خود امریکہ کے اندر واپس آ رہی ہیں۔

ڈیل (Dell) کو چھوڑنا اور غیر یقینی زندگی کو اپنانا آسان نہیں تھا۔ لیکن میں نے ایک ایسے کارپوریٹ ڈھانچے کا حصہ رہنے سے انکار کر دیا جو عالمی تشدد کو فروغ دیتا ہے، بشمول غزہ میں بڑے پیمانے پر لوگوں کو معذور کرنے والا وہ واقعہ، جس کے نتیجے میں اب وہاں دنیا بھر میں فی کس بچوں کے اعضاء کٹنے (amputees) کی سب سے زیادہ تعداد موجود ہے۔

میں اب اپنا معذوروں کی رسائی (accessibility) پر مبنی کاروبار شروع کر رہا ہوں۔ زندگی میں پہلی بار، مجھے اپنا کام واقعی زندگی بخش محسوس ہو رہا ہے۔

اگرچہ اس بڑے پیمانے پر ہونے والے قتلِ عام میں ڈیل (Dell) کا مادی کردار واضح ہے، لیکن یہ ناگزیر نہیں ہے۔ کمپنی دستبردار ہوسکتی ہے، سرمایہ نکال سکتی ہے اور اپنے ملازمین کو منتقل کر سکتی ہے۔ روس کے یوکرین پر حملے کے بعد کمپنی نے بالکل یہی کیا تھا۔

تاہم، ڈیل (Dell) اسرائیل میں اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے حالاں کہ اسرائیلی فوج کا وہ سائبر وار فیئر بیس جہاں ڈیل (Dell) کے دفاتر موجود ہیں، گزشتہ جون میں اسرائیل کی جانب سے ایران پر اچانک حملے کے بعد ایرانی میزائلوں کا براہِ راست نشانہ بنا تھا۔

اسرائیل میں کام جاری رکھنے کا ڈیل (Dell) کا فیصلہ ایک واضح پیغام دیتا ہے: فلسطینیوں کی زندگیاں بے وقعت ہیں اور اس کے اپنے ملازمین کی زندگیاں بھی۔

جب دولت اور طاقت اس قدر مرتکز اور غیر جوابدہ ہو، خاص طور پر ٹیک انڈسٹری میں تو ایسا لگ سکتا ہے جیسے ہمارے انفرادی اور اجتماعی اقدامات کی کوئی اہمیت نہیں۔ لیکن محدود رکاوٹیں بھی اثر ڈالتی ہیں اور اب دراڑیں پڑنا شروع ہوگئی ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ کس طرح مائیکروسافٹ کے کارکنوں کی مسلسل تنظیم سازی اور احتجاج نے اس ٹیک کمپنی کو 'ایزر' (Azure) کلاؤڈ سروسز کے ان حصوں کو بند کرنے پر مجبور کیا جنہیں اسرائیلی فوج مقبوضہ مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی میں فلسطینیوں کی بڑے پیمانے پر نگرانی (mass surveillance) کے لیے استعمال کرتی ہے۔

یہ تو محض ایک آغاز ہے، اور 'نو ایزر فار اپارتھائیڈ' (No Azure for Apartheid) مہم مزید کارروائیوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے، یہاں تک کہ مائیکروسافٹ کے ملازمین کو اپنے ساتھیوں کی تربیت اور متحرک کرنے کے لیے ایک 'ورکرز ٹول کٹ' بھی فراہم کر رہی ہے۔

کوئی وجہ نہیں کہ دیگر ٹیک کمپنیوں کے کارکن ان کامیابیوں سے سبق نہ سیکھیں اور یہی طریقے اپنی کمپنیوں کی ملی بھگت کو چیلنج کرنے کے لیے استعمال نہ کریں۔

''ٹیک فار پیلسٹائن'' (Tech for Palestine) پوری صنعت کے لوگوں اور براہِ راست فلسطینیوں کے ساتھ مل کر ایک ایسا اخلاقی ماحولیاتی نظام (ecosystem) بنانے کے لیے کوشاں ہے جو نگرانی، سینسر شپ اور نسل کشی کی حمایت کے بجائے اس کی مخالفت کرے اور سب کے لیے انصاف کو فروغ دے۔

اس میں صرف ٹیک ورکرز ہی کا کردار نہیں ہے:

دنیا بھر کے لوگ فلسطینیوں کی قیادت میں بائیکاٹ کی مہموں میں شامل ہو سکتے ہیں تا کہ ڈیل (Dell) اور دیگر کمپنیوں پر اپنی ملی بھگت ختم کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جا سکے۔

7 اکتوبر 2023ء کے بعد سے مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، انہوں نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے اور میری معمول کے مطابق کام کرنے کی صلاحیت کو متاثر کیا ہے۔ اب سکون صرف اجتماعی جدوجہد میں ملتا ہے، یعنی نسل کشی کے خلاف دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنا۔

میں ہمیشہ ایک حقیقی جمہوری اور منصفانہ دنیا کی تحریک کا حصہ بننا چاہتا ہوں، تا کہ ہر دریا سے لے کر ہر سمندر تک، ہم سب آزاد ہوں۔

الیکس میٹوف ایک ٹیکنالوجی پروفیشنل، رسائی کے وکیل (accessibility advocate) اور فلسطینی آزادی کے حامی ہیں۔

قرارداد برائے امور فلسطین

مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی پاکستان ۔۔ 8 تا 10 فروری 2026ء، منصورہ لاہور

مرکزی مجلس شوریٰ جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ اجلاس اہلِ غزہ و فلسطین کی عظیم الشان قربانیوں، ان کی جدوجہد اور عزم و ہمت کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ مرکزی مجلسِ شوریٰ غزہ میں خوراک، صاف پانی اور طبی سہولیات کی شدید قلت اور رفح کراسنگ پر آمد و رفت کی پابندیوں کے باعث زخمیوں کے انخلاء میں حائل رکاوٹوں کی شدید مذمت کرتی ہے۔

یہ اجلاس محسوس کرتا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں جاری یہ تنازعہ نہ صرف علاقائی بلکہ عالمی امن و استحکام کے لیے ایک بڑا خطرہ بن چکا ہے۔ طوفانِ اقصیٰ کے آغاز سے امن کونسل کے قیام تک بیاسی ہزار افراد کی شہادتیں اور کھربوں ڈالر کی املاک کی تباہی مقتضی ہے کہ اہلِ غزہ کو واشنگٹن و تل ابیب کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا جائے۔ اقوامِ متحدہ، مغربی ممالک، اسلامی ممالک کی تنظیم اور مسلم ریاستیں آزادانہ طور پر غزہ کی تعمیرِ نو میں ٹھوس کردار ادا کریں۔

اجلاس کی رائے میں "معاہدہ امن" کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ غزہ اس وقت بھی شدید محاصرے میں ہے جبکہ اسرائیل کی طرف سے نہتے شہریوں پر حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔ دستیاب شواہد کی روشنی میں یہ ہدف واضح ہے کہ امن کونسل کے قیام کے ذریعے خطے میں اسرائیل کی برتری کو جاری رکھا جا سکے، حماس کی مزاحمتی تحریک کو ختم کیا جا سکے اور یوں اسرائیل کا ناجائز تسلط قائم رہ سکے اور فلسطینی اتھارٹی کو بھی لاتعلق رکھا جا سکے۔ غیر متعین اہداف کے ساتھ امن کونسل میں شامل ممالک کی جانب سے تعمیرِ نو کے لیے جو اقدامات تجویز کیے جا رہے ہیں اُن کا اصل مقصد حماس کے مجاہدین کو ان کی عسکری استعداد سے محروم کرنا ہے۔ اسرائیل نے 7 اکتوبر کے طوفانِ اقصیٰ کے بعد اربوں ڈالر کا اسلحہ امریکہ اور مغربی ممالک سے حاصل کیا ہے وہ اب بھی ہر قیمت پر غزہ سے حماس کا خاتمہ چاہتے ہیں تاکہ فلسطینی ریاست وجود میں نہ آسکے۔

یہ اجلاس عالمی برادری، اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل اور بالخصوص اس کے مستقل ارکان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ غزہ میں حقیقی اور مستقل جنگ بندی کو یقینی بنائیں، معصوم شہریوں کا قتلِ عام رکوا سکیں۔ اسرائیل پر دباؤ ڈالیں کہ وہ غزہ کا محاصرہ مکمل طور پر ختم کرے اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد، ادویات اور ایندھن کی بلاتعطل فراہمی کے لیے تمام راہداریاں بشمول رفح کراسنگ مکمل طور پر کھول دے۔ اقوامِ متحدہ سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ جنگی جرائم کی تحقیقات کے لیے ایک خصوصی کمیشن تشکیل دے تاکہ انسانیت کے خلاف ہونے والے مظالم کے ذمہ داروں کا تعین کیا جا سکے۔ اجلاس ICC کے تمام رکن ممالک کو ان کی یہ ذمہ داری یاد دلاتا ہے کہ ICC کے فیصلے کے مطابق نیتن یاہو اور اس کے دو ساتھیوں کے خلاف جنگی جرائم کے حوالے سے گرفتاری کے وارنٹ ہیں اور اپنی ملکی حدود میں ان کی ذمہ داری ہے کہ اگر یہ مجرم ان حدود میں داخل ہوں تو ان کی گرفتاری کا اہتمام کریں۔

مجلسِ شوریٰ کا مطالبہ ہے کہ غیر جانبدار رفاہی اداروں اور اقوامِ متحدہ کے رفاہی ادارے "انروا" کے ذریعے غزہ میں قحط کے خاتمے، صحت کے منصوبوں اور تعمیرِ نو کے پراجیکٹس شروع کیے جائیں۔ اسرائیل نے حیلے بہانوں سے غزہ، مغربی کنارے، مقبوضہ بیت المقدس پر حملوں کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کو فی الفور ختم ہونا چاہیے۔

مرکزی مجلسِ شوریٰ آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کو مسئلہ فلسطین کا حل سمجھتی ہے۔ مجلسِ شوریٰ متنبہ کرنا چاہتی ہے کہ غزہ میں امن و امان کے قیام میں اگر حماس کے خلاف آئی ایس ایف کو سرگرم کیا جائے اور اس میں پاکستانی فوج بھی شامل ہو تو یہ بہت خطرناک اقدام ہوگا۔ اور پاکستانی عوام کے لیے ناقابلِ قبول ہوگا۔ پاکستان کو مسلم ممالک کے مشترکہ اتحاد کے تحت اپنے کردار کو حماس کی درخواست اور کسی بھی مجوزہ اقدام کے بارے میں ان کی تائید کی بنیاد پر متعین کرنا چاہیے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حکومتِ پاکستان کو ٹھوس پالیسی اختیار کرتے ہوئے عالمی عدالتِ انصاف کے فیصلے کے مطابق اسرائیلی وزیراعظم اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے فلسطینیوں کی نسل کشی پر مقدمہ چلا کر سزا دلوانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

مجلسِ شوریٰ دنیا بھر کے آزاد ممالک، انصاف پسند عوام اور تنظیموں اور اسلامی تحریکات اور پاکستان کے عوام کی تحسین کرتی ہے کہ انہوں نے عدل و انصاف کی بنیاد پر موقف اختیار کرتے ہوئے اسرائیلی جارحیت کے خلاف مسلسل احتجاج کیا ہے۔ مجلس شوریٰ اس توقع کا اظہار کرتی ہے کہ ماضی کی طرح وہ اب بھی فلسطینیوں کی آزادی، اسرائیلی جارحیت کے خاتمے اور غزہ کی تعمیرِ نو کے لیے ٹھوس اقدام کے ذریعے تعمیرِ نو کا حصہ بنیں گے۔ ترکی، سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات، عرب لیگ اور دیگر اسلامی ممالک مشترکہ لائحہ عمل کے ذریعے غزہ کی تعمیرِ نو میں سنجیدگی سے حصہ لیں گے، امریکی حکومت اور اسرائیلی ریاست جو سازشیں غزہ کی تعمیرِ نو اور خودمختار فلسطینی ریاست کے خلاف کر رہے ہیں اُن کے تدارک کے لیے اقدامات کریں گے۔

مجلس شوریٰ ان امریکی اقدامات کی بھی مذمت کرتی ہے جن کے ذریعے وہ دنیا بھر میں اپنی بالادستی قائم کرنے اور ایک مخصوص ایجنڈا کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکہ نے وینزویلا کے صدر کو اغوا اور گرفتار کیا، ایران پر حملے کیے اور اب ایک بار پھر ایران کے اوپر حملے کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ امریکی صدر نے اقوامِ متحدہ کی قراردادوں سے لاتعلقی اور تسلیم نہ کرنے کا اعلان کیا جو باعثِ افسوس اور عالمی قانون کی سراسر خلاف ورزی ہے۔ ہم واضح کرتے ہیں کہ دنیا بھر کو غلام بنانے کی یہ کوششیں ناقابلِ قبول ہیں۔

غزہ میں خودمختار حکومت کا قیام، حقیقی طور پر غیر جانبدار عارضی بین الاقوامی فورس کا قیام، اسرائیل کا مکمل انخلا، غزہ کی مکمل اقتصادی بحالی، سیاسی اصلاحات اور بین الاقوامی فنڈنگ وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں۔ یہ قرارداد اس عہد کے ساتھ منظور کی جا رہی ہے کہ ہم مظلوم فلسطینی بھائیوں کی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت جاری رکھیں گے اور عالمی سطح پر ان کے لیے آواز بلند کرتے رہیں گے۔

خصوصی رپورٹ: جارا ناصر

جرمن صحافی کے ساتھ اسرائیل کی توہین اور مبینہ بدسلوکی

دسمبر کے آخر میں، جرمن صحافی اور کارکن اینا لیڈٹکے (Anna Liedtke) نے عوامی سطح پر یہ الزام عائد کیا کہ اسرائیلی قید کے دوران خواتین اسرائیلی جیل گارڈز نے ان کے ساتھ زیادتی کی۔

لیڈٹکے، خواتین کی تنظیم ''زورا'' (Zora) کی رکن ہیں، جسے فلسطینی آزادی کے لیے کام کرنے والی تنظیم PFLP کی حمایت میں بیانات دینے کی وجہ سے جرمنی میں ریاستی جبر کا سامنا رہا ہے۔ وہ 21 دسمبر کو پیرس میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کی ایک کانفرنس میں خطاب کر رہی تھیں۔

ستمبر کے آخر میں، وہ ''فریڈم فلوٹیلا اتحاد'' کے جہاز ''کونشینس'' (Conscience) کے ذریعے غزہ کے لیے روانہ ہوئی تھیں۔ اس جہاز پر تقریباً 100 صحافی اور طبی عملہ سوار تھا۔ یہ مسافران دو شعبوں سے وابستہ تھے جنہیں غزہ میں اسرائیلی فوج نے سب سے زیادہ نشانہ بنایا ہے۔

غزہ کا محاصرہ توڑنے کی کوشش کرنے والی دیگر درجنوں کشتیوں کی طرح، اسرائیلی بحریہ نے ''کونشینس'' کو بھی بین الاقوامی پانیوں میں روک لیا اور عملے کو زبردستی اسرائیل لے جایا گیا، جو کہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

اشدود کی بندرگاہ پر پہنچنے کے بعد عملے کے ارکان کو اسرائیلی افواج کی جانب سے تذلیل، جسمانی اور نفسیاتی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ 25 سالہ لیڈٹکے کو ''کتیز یوٹ'' (Ketziot) جیل لے جایا گیا، جسے اسرائیلی انسانی حقوق کی تنظیم ''بیت سیلم'' (B'Tselem) نے 2024ء کی اپنی رپورٹ میں ''جہنم میں خوش آمدید'' کہہ کر ایک ''ٹارچر کیمپ'' قرار دیا تھا۔

لیڈٹکے نے اسرائیلی افواج کے ہاتھوں شدید بدسلوکی کی اطلاع دی۔ انہوں نے اکتوبر کے ایک پوڈکاسٹ میں بتایا کہ ان کے اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے، آنکھوں پر پٹیاں تھیں اور ایک دوسرے سے بات کرنے پر گالیاں دی جاتی تھیں۔ انہیں پانچ دن تک پینے کے صاف پانی سے محروم رکھا گیا۔ انہوں نے اپنی کوٹھڑی سے دوسرے قیدیوں پر ہونے والے وحشیانہ تشدد کی آوازیں بھی سنیں:

''میں نے کتے کے بھونکنے اور پھر اس (قیدی) کی چیخیں سنیں۔''

جیل میں عملے کے ارکان کی بار بار تلاشی لی گئی جس کا واضح مقصد ان کی تذلیل کرنا تھا۔ لیڈٹکے نے بتایا کہ:

''تلاشی کے دوران قیدیوں کو بالوں سے گھسیٹا گیا اور ان کا مذاق اڑایا گیا۔''

اگرچہ خواتین ارکان کی تلاشی بظاہر خواتین گارڈز لے رہی تھیں، لیکن مرد گارڈز کو سب کچھ دیکھنے کا پورا موقع دیا جاتا تھا۔

تشدد کا منظم طریقہ کار

اسی طرح کی ایک تلاشی کے دوران لیڈٹکے نے مبینہ طور پر خواتین جیل گارڈز کے ہاتھوں زیادتی کا شکار ہونے کی اطلاع دی۔ 10 اکتوبر 2025ء کو جب قیدیوں کو ''گیون'' (Givon) ڈیپوٹیشن جیل منتقل کیا جا رہا تھا تو لیڈٹکے کے مطابق، ایک اور تلاشی کی

مزاحمت کرنے پران کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔

لیڈ ٹکے کے بیانات کے بعد فریڈم فلوٹیلا کے مزید دو ارکان بھی اسرائیلی گارڈز کی جانب سے جنسی تشدد کے الزامات کے ساتھ سامنے آئے ہیں۔ اطالوی صحافی ونچنز وفلونی نے ایک پریس ریلیز میں بتایا کہ انہیں تین بار ایک چھوٹے کمرے میں لے جا کر برہنہ کیا گیا اور تکلیف دہ جسمانی تلاشی لی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ تلاشی کے دوران ان کا مذاق اڑایا گیا اور انہیں ''حماس کی داشتہ'' (Hamas whore) جیسے الفاظ کہے گئے۔

اسی طرح آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے کارکن سوریا میک ایون نے بتایا کہ اسرائیلی افسران نے ان کے ساتھ جنسی زیادتی کی اور ایک اہلکار نے ان کے سر پر بندوق رکھ کر جان سے مارنے کی دھمکی دی جب کہ دوسرا اہلکار بدسلوکی کر رہا تھا۔

اسرائیل دہائیوں سے فلسطینیوں کے خلاف جنسی تشدد کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ غزہ میں قائم فلسطینی سینٹر فار ہیومن رائٹس کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق، اس میں ''منظم جنسی تشدد، جبری برہنگی، فلم بندی اور انسانی وقار کو کچلنے کے لیے نفسیاتی تذلیل'' شامل ہے۔

خاموشی اور بے حسی

جرمن حکومت اور میڈیا نے ایک جرمن شہری کے ساتھ ہونے والی اس مبینہ زیادتی پر خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ جرمنی کے کسی بھی سرکاری میڈیا ادارے نے لیڈ ٹکے کے کیس پر رپورٹنگ نہیں کی ہے۔ فریڈم فلوٹیلا کے جرمن وفد کے ترجمان نے ''دی الیکٹرانک انتفاضہ'' کو بتایا کہ:

''اسرائیل روزانہ فلسطینیوں پر تشدد کرتا ہے اور اب اسے ہمارے کارکنوں کے ساتھ بدسلوکی کا بھی کھلا لائسنس مل گیا ہے۔''

دنیا نے اسرائیل کو دہائیوں تک فلسطینیوں کے خلاف وحشیانہ تشدد کی اجازت دی ہے۔ ریچل کوری یا عائشہ نور ایگی جیسے بین الاقوامی کارکنوں کے قتل پر مغربی حکومتوں کے معمولی احتجاج سے اسرائیل کی حمایت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

لیڈ ٹکے کا کہنا ہے کہ:

''ہمارے ساتھ جو ہوا وہ صرف برفانی تودے کی نوک (ٹپ آف دی آئس برگ) ہے'' یعنی اصل صورتحال اس سے کہیں زیادہ ہولناک ہے۔ ونچنز وفلونی نے کہا کہ:

''اگر وہ میرے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں، تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ ان فلسطینیوں کے ساتھ کیا کرتے ہوں گے جو مکمل طور پر ان کے قبضے میں ہیں۔''

لیڈ ٹکے، جن کی ویڈیو آن لائن وائرل ہو چکی ہے مگر جرمن میڈیا نے اسے نظر انداز کیا، کہتی ہیں کہ وہ انصاف کے لیے لڑنا بند نہیں کریں گی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ ان کے لیے انصاف کا کیا مطلب ہے، تو انہوں نے کہا:

جرمن شہری کے مبینہ ریپ پر جرمن حکومت اور میڈیا نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ کسی ایک سرکاری میڈیا ادارے نے بھی لِیڈ ٹکے (Liedtke) کے کیس پر رپورٹنگ نہیں کی اور زورا (Zora) اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ اس رپورٹر کے علاوہ کسی اور پریس نمائندے نے ان سے رابطہ نہیں کیا۔

فریڈم فلوٹیلا (Freedom Flotilla) کے جرمن وفد کی ایک ترجمان نے 'دی الیکٹرانک انتفاضہ' کو بتایا کہ:

''اسرائیل روزانہ کی بنیاد پر فلسطینیوں پر تشدد کرتا ہے اور اب اسے ہمارے کارکنوں کے ساتھ بدسلوکی کا بھی کھلا لائسنس مل گیا ہے۔''

دنیا نے دہائیوں سے اسرائیل کو فلسطینیوں کے خلاف وحشیانہ تشدد استعمال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اکتوبر 2023ء نے اس تشدد میں مزید تیزی پیدا کرنے کا کام کیا۔

ریچل کوری (Rachel Corrie) یا آیشنور ایزگی ایگی (Ayşenur Ezgi Eygi) جیسے بین الاقوامی کارکنوں کے دانستہ قتل پر اگرچہ مغربی حکومتوں کی جانب سے معمولی احتجاج سامنے آیا، لیکن اس کے نتیجے میں اسرائیلی نسل پرستی اور نسل کشی کے لیے مغرب کی مسلسل حمایت میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہیں آئی۔

چناں چہ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ جنسی تشدد اور ریپ کے حوالے سے اسرائیلی استثنیٰ کا دائرہ اب بین الاقوامی یکجہتی کے کارکنوں تک بھی پھیل چکا ہے۔

لِیڈ ٹکے نے کہا کہ:

''ہمارے ساتھ جو ہوا وہ تو صرف برفانی تودے کی نوک (ٹپ آف دی آئس برگ) ہے'' (یعنی اصل صورتحال اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے)۔

ونسنز وفلرون (Vincenzo Fullone) نے کہا کہ وہ ''ابھی تک سکون حاصل کرنے کے قابل نہیں ہیں کیوں کہ اگر وہ میرے ساتھ یہ سب کرنے کے لیے تیار تھے تو میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ ان فلسطینیوں کے ساتھ کیا کچھ کر چکے ہوں گے اور کر رہے ہوں گے جو ان کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔"

کس کی عزت اور کس کا دکھ اہمیت رکھتا ہے؟

مغربی حکومتوں کی خاموشی ایک واضح جواب دیتی ہے: فلسطینیوں کی نہیں، اور اب تیزی سے ان لوگوں کی بھی نہیں جو ان کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہیں۔

اپنے تجربے کے بارے میں پہلی عوامی گفتگو میں جس کی ویڈیو آن لائن وائرل ہو چکی ہے مگر جرمن میڈیا نے اسے نظر انداز کر دیا، لِیڈ ٹکے ایک واضح اور پراعتماد آواز میں بات کرتی ہیں۔ ان کی آواز صرف آخر میں جا کر تھوڑی لڑکھڑاتی ہے۔

''میں انصاف کی جدوجہد اور تشدد کے خاتمے تک اس وقت تک نہیں رکوں گی جب تک ہر عورت آزاد نہیں ہو جاتی اور اسے انصاف نہیں مل جاتا۔''

ان کے لیے انصاف کا کیا مطلب ہے؟

انہوں نے کہا، ''انصاف کا مطلب صیہونیت کا خاتمہ ہے۔''

(جارہ ناصر برلن میں مقیم ایک لبنانی۔ جرمن صحافی، فنکار اور کمیونٹی آرگنائزر ہیں۔)

۱. جرمن میڈیا کی خاموشی اور متبادل ذرائع

جیسا کہ آرٹیکل میں ذکر کیا گیا، جرمنی کے مرکزی دھارے کے میڈیا (Mainstream Media) جیسے کہ Tagesschau یا DW نے اس مخصوص کیس پر تقریباً مکمل خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ اس کی بڑی وجہ جرمنی کی وہ پالیسی ہے جسے ''ریاستی مفاد'' کہا جاتا ہے، جس کے تحت اسرائیل کی سلامتی کو جرمن ریاست کا لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اسرائیل پر تنقید یا اسرائیلی فورسز کے خلاف سنگین الزامات کو اکثر میڈیا میں جگہ نہیں دی جاتی۔

۲. لِیڈ ٹکے (Liedtke) کا کیس اور سوشل میڈیا

اگرچہ روایتی میڈیا خاموش ہے، لیکن سوشل میڈیا (خصوصاً Instagram اور X) پر لِیڈ ٹکے کی ویڈیوز اور بیانات بڑے پیمانے پر وائرل ہوئے ہیں۔ انہوں نے تفصیل سے

بتایا ہے کہ کس طرح انہیں حراست میں لیا گیا اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا تا کہ بین الاقوامی کارکنوں کو ڈرایا جائے کہ وہ فلسطینیوں کی مدد نہ کریں۔

۳۔ جرمنی میں فلسطینی حامی کارکنوں پر دباؤ

گزشتہ ایک سال کے دوران، جرمنی میں فلسطینیوں کے حق میں آواز اٹھانے والے کارکنوں، صحافیوں اور فنکاروں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے:

برلن اور دیگر شہروں میں کئی مظاہروں پر پابندی لگائی گئی۔

یکجہتی کے لیے آواز اٹھانے والے جرمن اور غیر ملکی شہریوں کو پولیس تشدد اور گرفتاریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان فنکاروں کے پروگرام منسوخ کر دیے گئے جنہوں نے غزہ میں جنگ بندی کی بات کی۔

۴۔ بین الاقوامی ردعمل

جب کہ جرمنی کے اندر اس پر بات نہیں ہو رہی، ''دی الیکٹرانک انتفاضہ'' اور ''مڈل ایسٹ آئی'' جیسے بین الاقوامی اداروں نے اس معاملے کو اٹھایا ہے۔ ان رپورٹس میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ اگر کسی اور ملک میں کسی جرمن خاتون کے ساتھ ایسا ہوا ہوتا، تو کیا جرمن حکومت تب بھی اسی طرح خاموش رہتی؟

۵۔ لیڈ ٹکے کا موقف

لیڈ ٹکے کا کہنا ہے کہ ان کا مقصد صرف اپنے لیے انصاف حاصل کرنا نہیں ہے، بل کہ وہ چاہتی ہیں کہ دنیا ان ہزاروں فلسطینی خواتین کی طرف دیکھے جو برسوں سے اسرائیلی قید خانوں میں اسی قسم کے اور اس سے بھی بدتر تشدد کا شکار ہو رہی ہیں لیکن ان کی آواز سننے والا کوئی نہیں ہے۔

اسرائیل کے خلاف اس معاملے میں جو قانونی، اخلاقی اور سیاسی پہلو اٹھائے جا رہے ہیں، وہ کافی سنگین ہیں۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں اور کارکن اس کیس کو درج ذیل بنیادوں پر اسرائیل کے خلاف ایک مضبوط مقدمے کے طور پر پیش کر رہے ہیں:

۱۔ جنسی تشدد کا بطور ہتھیار استعمال

ناقدین کا کہنا ہے کہ لیڈ ٹکے (Liedtke) کا کیس کوئی انفرادی واقعہ نہیں ہے، بل کہ یہ اسرائیلی حراستی مراکز میں فلسطینی قیدیوں کے ساتھ کیے جانے والے منظم جنسی تشدد کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں (جیسے B'Tselem) نے رپورٹ کیا ہے کہ اسرائیلی جیلوں میں قیدیوں کو ذلیل کرنے اور ان کا حوصلہ توڑنے کے لیے جنسی بدسلوکی کو ایک حکمت عملی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۔ بین الاقوامی کارکنوں کو نشانہ بنانا (Deterrence Policy)

اسرائیل پر یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ وہ قصداً بین الاقوامی یکجہتی کے کارکنوں (International Activists) کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنا رہا ہے تا کہ:

دنیا بھر سے آنے والے رضا کار خوفزدہ ہو کر فلسطین آنا چھوڑ دیں۔

فلسطینیوں کو حاصل بین الاقوامی اخلاقی مدد کو ختم کیا جا سکے۔

یہ پیغام دیا جائے کہ اسرائیلی فورسز کسی بھی ملک کے شہری کو نشانہ بنا سکتی ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

۳۔ احتساب کا فقدان اور ''استثنیٰ'' (Impunity)

اسرائیل مخالف تحریکوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اسرائیلی فوج اور پولیس کو حاصل ''سیاسی تحفظ'' انہیں جرائم کی ترغیب دیتا ہے۔

ناقدین کے مطابق، اسرائیل جب اپنے فوجیوں کے خلاف تحقیقات کا اعلان کرتا ہے تو وہ صرف عالمی دباؤ کم کرنے کے لیے ہوتا ہے، جب کہ عملی طور پر کسی کو سزا نہیں دی جاتی۔

ریچل کوری اور آیشنور ایزگی جیسے کارکنوں کے قتل کے کیسز میں بھی آج تک کسی اسرائیلی افسر کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا، جو اسرائیل کے عدالتی نظام پر سوالیہ نشان ہے۔

۴۔ صیہونیت پر تنقید

آرٹیکل کے آخر میں لیڈ ٹکے کا یہ کہنا کہ ''انصاف کا مطلب صیہونیت کا خاتمہ ہے''، ایک اہم نظریاتی پہلو ہے۔

ان کا موقف یہ ہے کہ جب تک ایک ایسی ریاست (اسرائیل) قائم ہے جو ایک مخصوص نسل کی برتری پر یقین رکھتی ہے، وہاں انصاف ممکن نہیں ہے۔

وہ صیہونیت کو ایک ایسے نظام کے طور پر دیکھتی ہیں جو تشدد اور قبضے کے بغیر برقرار نہیں رہ سکتا، لہٰذا وہ اسے جڑ سے ختم کرنے کی بات کرتی ہیں۔

۵۔ نسل پرستانہ رویہ (Apartheid)

کارکنوں کا کہنا ہے کہ اسرائیل کا رویہ نہ صرف فلسطینیوں کے ساتھ بل کہ ان کے حامیوں کے ساتھ بھی متعصّبانہ ہے۔ اگر یہی سلوک کسی دوسرے ملک نے کسی مغربی شہری کے ساتھ کیا ہوتا تو اسے ''بین الاقوامی بحران'' قرار دیا جاتا، لیکن چونکہ یہ اسرائیل ہے، اس لیے مغربی ممالک (خصوصاً جرمنی اور امریکہ) خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، جو کہ دوہرے معیار کی بدترین مثال ہے۔

القدس کو صہیونی کالونیوں میں تبدیل کرنے کی مہم

میدان میں نئے حقائق مسلط کرنے کی دیوانہ وار دوڑ میں القدس میں قابض اسرائیل کی سرگرمیاں تیز ہوگئی ہیں، جن میں کالونیوں کی توسیع اور آبادکاروں کی جارحیت میں شدت شامل ہے۔ یہ صورتحال فلسطینی حکام کے مطابق شہر کو ڈیموگرافک اور جغرافیائی طور پر دوبارہ تشکیل دینے کے لیے ایک منظم سیاسی رجحان کی عکاسی کرتی ہے۔

القدس گورنری نے بتایا کہ قابض اسرائیلی حکام نے گذشتہ فروری کے دوران شہر میں 20 نئے آبادکاری منصوبوں کا اعلان کیا ہے جسے اس نے گورنری پر اپنا کنٹرول مضبوط بنانے کے مقصد سے جاری استعماری پالیسیوں کا تسلسل قرار دیا۔

گورنری نے خلاف ورزیوں کی نگرانی کے بارے میں اپنی ماہانہ رپورٹ میں واضح کیا کہ اس نے اسرائیلی سرکاری اعلانات اور القدس میں قابض بلدیہ کی روزمرہ کی پیروی کی بنیاد پر ان منصوبوں کو دستاویزی شکل دی ہے۔ اس نے نشاندہی کی کہ منصوبوں میں تعمیرات، اراضی پر قبضہ اور آبادکاری توسیع شامل ہے۔

رپورٹ کے مطابق 7 منصوبے جمع کرائے گئے ہیں، جو حتمی منظوری سے پہلے کا مرحلہ ہے، اور ان میں تقریباً 960 دونم اراضی پر 613 آبادکاری یونٹس کی تعمیر شامل ہے۔ اس کے علاوہ 5 دیگر منصوبوں کی منظوری دی گئی ہے جن میں 40 دونم اراضی پر 51 آبادکاری یونٹس کی تعمیر شامل ہے، جبکہ ٹینڈر کے لیے ایک منصوبہ بھی پیش کیا گیا ہے جس میں 231 آبادکاری یونٹس کی تعمیر شامل ہے۔

آبادکاروں کی جارحیت میں شدت

متوازی طور پر گورنری نے اسی ماہ القدس میں آبادکاروں کی جانب سے کی گئی 47 جارحانہ کارروائیوں کا پتہ لگایا ہے، جن میں جسمانی تشدد کے 9 واقعات شامل ہیں، جن میں سے ایک کے نتیجے میں شہر کے شمال میں واقع بلدہ مخماس کے نوجوان نصر اللہ ابوصیام شہید ہوگئے۔

ان حملوں میں فائرنگ، املاک کو آگ لگانا، راستے بند کرنا، چرواہوں کا تعاقب، گھروں پر دھاوا بول کر توڑ پھوڑ کرنا اور گرجا گھروں پر حملے شامل ہیں، رپورٹ کے مطابق یہ سب قابض افواج کے براہ راست تحفظ میں ہوا۔

گورنری نے اس بات پر زور دیا کہ آبادکاروں کو تحفظ فراہم کرنا استعماری گروہوں اور انتہائی دائیں بازو کی حکومت کے درمیان کرداروں کے باہمی تعاون کی عکاسی کرتا ہے تاکہ میدان میں نئے حقائق مسلط کیے جاسکیں اور شہر میں موجودہ صورتحال کو کمزور کیا جاسکے۔

اسی تناظر میں، دیوار اور بستیوں کے خلاف مزاحمتی کمیشن نے 2025ء کی خلاف ورزیوں کے بارے میں اپنی رپورٹ میں بتایا تھا کہ قابض حکام کے ماتحت منصوبہ بندی کمیٹیوں نے القدس میں 107 ساختی منصوبوں کا مطالعہ کیا، جن میں سے 41 منصوبے قابض بلدیہ کی حدود سے باہر ہیں، اور 66 بلدیہ کی طرف سے شہر کے لیے کھینچی گئی حدود میں واقع بستیوں کے اندر ہیں۔

فلسطینی حکام کا خیال ہے کہ منصوبوں کی منظوری میں تیزی اور استیطانی ٹینڈروں کے اجراء میں شدت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ اسرائیل علاقائی اور بین الاقوامی سیاسی حالات کا فائدہ اٹھا کر القدس میں ایک وسیع تر استیطانی حقیقت کو قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تاکہ دو ریاستی حل پر مبنی کسی بھی مستقبل کے سمجھوتے کے امکانات کو محدود کیا جاسکے۔

اسرائیل کی جانب سے اونروا **UNRWA** کی سرگرمیوں پر پابندی اور اس کے ڈھانچے کو نشانہ بنانے پر عالمی سطح پر شدید تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

''اسرائیل ان آخری آوازوں کو خاموش کر رہا ہے جو فلسطینیوں کے خلاف ہونے والی زیادتیوں کو روکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔''

”میزائلوں کے سائے میں فرار کا راستہ تلاش کرتی سیاست“